عورت کے بال چھوٹے ہوں تو تقصیر کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی مُحرِمہ کے بال چھوٹے ہوں یعنی کندھوں سے کچھ نیچے تک ہوں تو اُسے تقصیر میں رُخصت دی جائے گی یا نہیں؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حلق یا تقصیر حج وعمرہ کے واجبات سے ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ واجبات حج کے بیان میں لکھتے ہیں:

الحلقُ أو التّقصیر (لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب فرائض الحج، فصل فی واجباته، ص۷۷)

یعنی، حلق یا تقصیر واجبات حج سے ہیں۔

اور ان کا حکم یہ ہے کہ ان سے حاجی یا عمرہ کرنے والا احرام سے فارغ ہوتا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

حکمُه التّحلُّلُ: أی: حصولُ التَّحلُّلِ به و هو صیرورتُه حلالاً (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسّط، باب مناسك منیً، فصل فی حکم الحلق، ص۲٥٤، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولٰی ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٨م)

یعنی، اس کا حکم حلال ہونا ہے یعنی اس سے تحلُّل حاصل ہوتا ہے اور تحلُّل اس کا حلال ہونا ہے۔

عورتوں کے لئے صرف تقصیر ہے چنانچہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لَیْسَ عَلَی النِّساءِ حَلْقٌ وَ إِنَّمَا عَلَیْهِنَّ تَقْصِیْرٌ" (سُنَن أبی داؤد، کتاب المناسك، باب الحلقِ و التّقصیرِ، برقم:١٩٨٤، ١٩٨٥، ٢/٣٤٤، دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الأولٰی ١٤١٨ھ۔ ١٩٩٧م۔ أیضاً سُنَن الدّارمی، کتاب المناسك، باب من قال: لَیْسَ عَلَی النِّسَاءِ حَلْقٌ، برقم:١٩٠٥، ٢/٥٥، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولٰی١٤١٧ھ۔ ١٩٩٦م۔ أیضاً سُنَن الدّار قطنی، کتاب الحجّ، باب المواقیت، برقم:٤٠، ١_٢/٢٣٩، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولٰی ١٤١٧ھ_١٩٩٦م۔ أیضاً السُّنَن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الحجّ، باب من قال: لَیْسَ عَلَی النِّسَاءِ حَلْقٌ و لٰکِنْ یَقَصِّرْنَ، برقم:٩٤٠٤، ٩٤٠٥، ٩٤٠٦، ٥/١٦٩، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت ١٤٢٠ھ۔ ١٩٩٩م۔ أیضاً المعجم الکبیر للطّبرانی، أُمّ عثمان، عن ابن عباس، برقم:١٣٠١٨، ١٢/١٩٤، مطبوعة: دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطّبعة الثّانیة ١٤٢٢ھ۔ ٢٠٠٢م)

یعنی، عورتوں پر حلق نہیں ہے اور اُن پر تقصیر ہے۔

اور یہ بھی مروی ہے کہ عورتوں کے لئے حلق ممنوع ہے چنانچہ اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ

"أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَهٰی الْمَرْأَةَ أَنْ تَحْلِقَ رَأْسَهَا" (کشف الأستار، کتاب الحج، باب النّهی عن الحلق للنّساء، برقم:١١٣٧، ٢/٣٢، مطبوعة: مؤسسة الرّسالة، بیروت، الطبعة الأولٰی ١٣٩٩ھ۔ ١٩٧٩م)

یعنی، نبی کریم ﷺ نے عورت کو اپنے سر کا حلق کرانے سے منع فرمایا ہے۔

اور پھر حلق عورتوں کے حق میں مُثلہ بھی قرار دیا گیا ہے اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی قصر ہی کروایا کرتی تھیں چنانچہ علامہ علاء الدین کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

و لأنَّ الحلقَ فی النِّساءِ مُثلةٌ، و هذا لم تفعَلْهُ واحدةٌ من نساءِ

رسولِ الله ﷺ و لكنّها تقصّر (بدائع الصنائع، كتاب الحجّ، فصل فی أحكام الحلق و التقصير، ۱۰۰/۳)

یعنی، حلق عورتوں کے حق میں مُثلہ ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ کے ازواج میں کسی نے حلق نہیں کروایا، لیکن عورت تقصیر کروائے گی۔

اسی لئے فقہاء کرام نے فرمایا کہ حلق مردوں کے حق میں مسنون ہے اور عورتوں کے حق میں مکروہ تحریمی ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و الحلقُ مسنونٌ للرّجالِ (أی: أفضلُ) و مكروهٌ للنِّساءِ و التّقصير مباحٌ لهنّ و مسنونٌ بل واجبٌ لَهُنَّ، ملخصاً (لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب مناسك منىً، فصل فی الحلق و التّقصير، ص۲۵۳، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت)

یعنی، حلق مردوں کے لئے مسنون ہے اور عورتوں کے لئے مکروہ ہے اور تقصیر اُن کے حق میں مباح ہے اور مسنون ہے بلکہ (تقصیر) اُن کے لئے واجب ہے۔

لہٰذا عورتوں کے لئے تقصیر ہی واجب ہے چنانچہ ملاّ علی قاری ''لباب'' کی عبارت ''بل واجبٌ لهُنّ'' کے تحت لکھتے ہیں:

لكراهةِ الحَلقِ كراهة تحريمٍ فی حقِّهِنَّ إلّا لضرورةٍ (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب مناسك منىً، فصل فی الحلق و التّقصير، ص۲۵۳، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت)

یعنی، کیونکہ حلق عورتوں کے حق میں مکروہ تحریمی ہے مگر یہ کہ کسی شرعی ضرورت کی وجہ سے ہو۔

اسی طرح ''غُنیہ'' میں ہے کہ

و الحلقُ أفضلُ للرِّجالِ، مكروه للنِّساءِ كراهة تحريمٍ إلّا

لضرورةٍ (غُنية النّاسك، فصل فی الحلق، ص۱۷۳، مطبوعة: إدارة القرآن، كراتشی)

یعنی، حلق مردوں کے لئے افضل ہے، عورتوں کے لئے مکروہ تحریمی ہے مگر یہ کہ کسی شرعی ضرورت کی وجہ سے ہو۔

اور عورت کے بال جب تقصیر کے قابل نہ ہوں تو تقصیر اس کے حق میں متعذّر قرار پائے گی، چنانچہ ملا علی قاری حنفی ''لباب'' کی عبارت تقصیر کے متعذّر ہونے کی شرح میں لکھتے ہیں:

أی تعذَّرَ لكونِ الشّعر قصيراً (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب مناسك منىً، فصل فی الحلق و التّقصير، ص۲۵۳)

یعنی، بال چھوٹے ہونے کی وجہ سے تقصیر متعذّر رہو۔

اور شرع کا حکم یہ ہے کہ جب حلق متعذّر رہو تو تقصیر واجب ہوتی ہے اور تقصیر متعذّر رہو تو حلق چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لو تَعَذَّرَ الحَلقُ لعارضٍ تعيَّنَ التّقصيرُ، أو التّقصيرُ تعيَّنَ الحلقُ (لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب مناسك منىً، فصل فی الحلق و التّقصير، ص۳۵۳)

یعنی، اگر حلق کسی عارض کی وجہ سے متعذّر رہو گیا تو تقصیر متعین ہوگی یا تقصیر متعذّر رہو تو حلق متعین ہوگا۔

اور عورت کے حق میں حلق تو پہلے ہی متعذّر رتھا کہ شرعاً ممنوع ہے باقی رہی تقصیر تو وہ اس وقت متعذّر رہو گی جب بال تقصیر کے قابل نہ ہوں عورت کے بال تقصیر کے قابل ہوں تو تقصیر لازم ہوگی کثرت سے عمرے کرنے کے لئے شرع مطہرہ نے مجبور نہیں کیا ہے، عورت حج کے لئے آئی ہو تو اس کا حج قران یا افراد ہوگا تو ایک بار اور تمتع ہوگا تو دو بار تقصیر لازم ہوگی، اس کے علاوہ عمرے وہ اپنی جانب سے کرے گی تو اس پر شریعت کی پیروی لازم ہوگی کہ اُسے احرام سے نکلنے کے لئے تقصیر کروانی ہوگی کیونکہ جب تقصیر ہو سکتی ہو تو اس کے بغیر احرام نہیں

کُھلے گا چنانچہ علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

فالحلقُ أو التَّقصِيرُ واجبٌ عندنا، إذا كان على رأسِه شَعرٌ لا يَتحلَّلُ بدُونِه و لنا قوله تعالىٰ: ﴿ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ﴾ (الحج: ٢٢/٢٩) و روى عن ابنِ عمرَ رضي الله عنه: أنَّ التَّفَثَ حَلّاقُ الشّعرِ، و لُبسُ الثّياب، و ما يتبعُ ذلك (بدائع الصنائع، كتاب الحجّ، فصل في أحكام الحلق و التّقصير، ٣/٩٨، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ ١٩٩٧م)

یعنی، پس حلق یا تقصیر ہمارے نزدیک واجب ہے جب کہ اُس کے سر پر بال ہوں، اُس کے بغیر وہ احرام سے نہیں نکلے گا اور ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ﴾ (ترجمہ: پھر اپنا میل کچیل اُتاریں) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ "التّفث" بال منڈوانا، کپڑے پہننا وغیرہ ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنين، ٦ذو الحجة ١٤٣٠ھ، ٢٣ نوفمبر ٢٠٠٩ م F-486

جمرات کی رمی میں ترتیب

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص طوافِ زیارت کر کے 11 تاریخ کو مکہ مکرمہ سے ظہر کے بعد گیا اُس نے سوچا کہ اگر میں جمرۂ اُولیٰ کی طرف جاتا ہوں تو چکر لمبا ہوگا اس لئے اس نے جمرۂ عقبہ سے رمی شروع کی اور جمرۂ اُولیٰ پر ختم کی اب اِس صورت میں اُس کی رمی ہوگئی یا نہیں؟ اور اُس پر کوئی دَم یا صدقہ وغیرہ تو لازم نہیں ہوگا، اگر ہوگا تو کیا؟

(السائل: ریحان ابوبکر، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: تینوں جمرات کی رمی میں مسنون ہے کہ جمرۂ اُولیٰ سے ابتداء کرے اور عقبہ پر اختتام چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ

عن ابنِ عمرَ رضي الله عنهما: أنَّهُ كَانَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَتَقَدَّمُ حَتّٰى يُسْهِلَ، فَيَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ فَيَقُوْمُ طَوِيْلاً، وَ يَدْعُوْا وَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ، ثُمَّ يَرْمِي الْوُسْطىٰ، ثُمَّ يَأْخُذُ ذَاتَ الشِّمَالِ فَيَتَسَهَّلُ وَ يَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، ثُمَّ يَدْعُوْا وَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ، فَيَقُوْمُ طَوِيْلاً، ثُمَّ يَرْمِي جَمْرَةَ ذَاتِ الْعُقْبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِيْ، وَ لَا يَقِفُ عِنْدَهَا، ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُوْلُ: هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَفْعَلُهُ (صحيح البخاري، كتاب الحج، باب إذا رمى الجمرتين الخ، برقم: ١٧٥١، ١/٤٣٠، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت ١٤٢٠هـ ١٩٩٩م)

یعنی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ جمرۂ اُولیٰ کو سات کنکریاں مارتے، ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے، پھر آگے بڑھتے پس نرم زمین پر تشریف فرما ہوتے، پھر قبلہ رُو ہو کر طویل قیام فرماتے پس دُعا فرماتے اور دُعا میں اپنے ہاتھ اٹھاتے، پھر جمرۂ وسطیٰ کو کنکریاں مارتے پھر اپنی بائیں جانب کو ہو کر نرم زمین پر تشریف فرما ہوتے پھر قبلہ رُو ہو کر وطویل قیام فرماتے پس دُعا فرماتے اور دُعا میں اپنے ہاتھ اٹھاتے پھر بطنِ وادی سے جمرۂ عَقَبہ کی رمی فرماتے اور اُس کے پاس قیام نہ فرماتے، پھر لوٹے جاتے اور فرمایا کہ اسی طرح میں نے نبی کریم ﷺ کو کرتے دیکھا ہے۔

اسی لئے فقہاء کرام میں سے بعض نے اِس ترتیب کو واجب قرار دیا ہے جیسا کہ "لباب المناسک" میں مذکور ہے (لُباب المناسك مع شرحه للقاري، باب مناسك منىً، فصل في أحكام الرّمي

و شرائطِہ و واجباتہ، العاشر، ص۲۷٦، و فیہ: العاشر التّرتیب فی رمی الجمار علی قول البعض، یعنی دسواں واجب بعض کے قول کی بنا پر رمی جمار میں ترتیب)، اور ہمارے نزدیک یہ ترتیب واجب نہیں ہے چنانچہ امام مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب ابن الساعاتی حنفی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

و نسقطُ التّرتیب فی الرّمی (مجمعُ البَحرَین وملتقی النَّیّرَین، کتاب الحجّ، فصل فی صفۃ أفعال الحجّ، ص ۲۳۰، مطبوعۃ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولٰی ۱٤۲٦ھ۔ ۲۰۰۵م)

یعنی، ہم رمی میں ترتیب کو ساقط کرتے ہیں۔

اس کی شرح میں ابن الملک نے لکھا کہ

أی: فی رَمی الجِمارِ حتی لو بدَأَ بجمرۃ العَقَبۃ ثمَّ بالوُسطٰی، ثُمَّ بالتی تلی المسجدَ جازَ عندنا (تحقیق مجمع البحرین و ملتقی النَّیّرَینُ، کتاب الحجّ، فصل فی صفۃ أفعال الحجّ، ص ۲۳۰)

یعنی، رمی جمار میں یہاں تک کہ اگر جمرہ عقبہ سے ابتداء کی کی پھر وُسطٰی کی رمی کی پھر اسے جو مسجد خیف سے ملے ہوا ہے تو ہمارے نزدیک جائز ہے۔

اور اکثر فقہاء کرام نے مسنون قرار دیا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و الأکثرُ علی أنَّہ سنّۃٌ (لباب المناسک مع شرحہ للقاری، باب مناسک منیً، فصل فی أحکام الرّمی إلخ، ص۲۷٦)

یعنی، اکثر فقہاء اِس پر ہیں کہ یہ ترتیب سنّت ہے۔

ملاعلی قاری حنفی لکھتے ہیں:

کما صَرَّحَ بہ صاحبُ "البدائع" و "الکرمانیُّ" و "المحیط"، و "فتاوی السراجیَّۃ"، و قال ابنُ الھمام: و الذی یقوی عندی استنانُ التّرتیبِ لا تَعیینُہُ (المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط، باب رمی الجمار و أحکامہ، فصل فی أحکام الرمی الخ، تحت قولہ: و الأکثر علی أنّہ سنّۃ، ص۲۷٦)

یعنی، جیسا کہ اس کی (یعنی مسنون ہونے کی) تصریح صاحبِ بدائع (بدائع الصنائع، کتاب الحجّ، فصل فی حکمہ (أی الرمی) إذا تأخّر عن وقتہ أوقات، ۹۷/۳، مطبوعۃ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولٰی ۱٤۱۸ھ۔ ۱۹۹۷م)، اور کرمانی (المسالک فی المناسک للکرمانی، القسم الثّانی فی بیان نسک الحج، فصل الرّمی فی الیوم الثّانی إلخ، ٦۰۳/۱، مطبوعۃ: دار البشائر الإسلامیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولٰی ۱٤۲٤ھ۔ ۲۰۰۳م) نے کی اور "محیط" (المحیط البرھانی، کتاب المناسک، الفصل الثّالث، تعلیم أفعال الحجّ، برقم: ۳۲٦۵، ٤۰۹/۳، مطبوعۃ: إدارۃ القرآن، کراتشی ۱٤۲٤ھ۔ ۲۰۰٤م) اور "فتاوی السراجیہ" میں (اس کی تصریح) ہے اور "ابن الہمام" (فتح القدیر، کتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قولہ: فیبتدئ بالتی إلخ، ۳۹۱/۲، مطبوعۃ: دار احیاء التراث العربی، بیروت) نے فرمایا وہ جو میرے نزدیک قوی ہے وہ اس ترتیب کا مسنون ہونا ہے نہ کہ واجب ہونا۔

اور علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و بعدَ زوالِ ثانی النَّحرِ رَمَی الجمارَ الثّلاثَ یبدأُ استناناً بما یَلِی مسجدَ الخَیُفِ ثمَّ بما یَلِیہ الوُسطی ثمَّ العَقَبۃ سبعاً سبعاً الخ (الدُّرُّ المختار شرح تنویر الأبصار، کتاب الحجّ، بعد قول التّنویر: ثُمَّ أتی منیً، ص۱٦۳)

یعنی، اور ایامِ نحر میں سے دوسرے دن زوال کے بعد تینوں جمرات کی رمی کرے از روئے سنّت ہونے کے، اُس جمرہ سے شروع کرے جو مسجد خیف سے ملا ہوا ہے، پھر اُسے جو اس سے ملا ہوا ہے یعنی وُسطٰی کو پھر جمرۂ عَقَبہ کو، ہر ایک کو سات سات کنکریاں مارے۔

اِس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

حاصلُه أنَّ هذا التّرتيبَ مسنُونٌ لا متعيّنٌ، و به صرَّحَ فی "المجمع" وغيره، و اختارَهُ فی "الفتح" و قال فی "اللباب": و الأكثرُ على أنَّه سُنَّةٌ، و عزاهُ شارحه إلى "البدائع" و "الكرمانيّ"، و "المحيط"، و "السّراجيّة" (رَدُّ المحتار على الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، مطلب: فی رمی الجمرات الثّلاث، تحت قوله: يبدأ استناناً إلخ، ۶۱۷/۳، ۶۱۸)

یعنی، اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ ترتیب مسنون ہے متعین نہیں ہے اور اسی کی تصریح ''مجمع'' وغیرہ میں کی اور اس کو ''فتح القدیر'' (فتح القدير، كتاب الحج، باب الإحرام، تحت قوله: فيبتدئ بالتی الخ، ۳۹۱/۲، مطبوعة: دار احياء التراث العربی، بيروت) میں اختیار کیا، اور ''لباب'' (لباب المناسك مع شرحه للقارى، لباب المناسك منىً، فصل فی أحكام الرّمی و شرائطه الخ، ص۲۷۶) میں فرمایا کہ اکثر اس پر ہیں کہ یہ ترتیب سنّت ہے اور اس کے شارح (ملا علی قاری) نے اسے ''بدائع'' (بدائع الصنائع، كتاب الحجّ، فصل و أما بيان حكمه إذا تأخّر عن وقته، ۹۷/۳)، ''کرمانی''، ''محیط''، ''سراجیہ'' (الفتاوى السّراجيّة، كتاب الحجّ، باب ترتيب أفعال الحجّ، ص۳۳، مطبوعة: مير محمد كتب خانه، كراتشی) کی طرف منسوب کیا ہے۔

اور اگر غیر مسنون طریقے پر رمی کر لی پھر اُسی روز یاد آ گیا تو جمرۂ وسطیٰ اور جمرۂ عقبہ کی بالترتیب دوبارہ رمی کر لے۔

علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبد الغفور سندھی حنفی لکھتے ہیں:

فلو بدأَ بجمرةِ العَقَبةِ ثمَّ بالوُسطى، ثمَّ بالأُولٰى و هى التى تَلِى مَسجدَ الخَيفِ، ثم تذكَّر ذلك فی يومِه، فإنَّه يُعيدُ الوُسطىٰ و

العَقَبةَ حتماً أو سنّةً (لباب المناسك مع شرحه للقارى، باب رمی الجمار و أحكامه، فصل فی أحكام الرّمی و شرائطه و واجباته، ص۲۷۶) (أيضاً ردّ المحتار على الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، مطلب: فی رمی الجمرات الثّلاث، تحت قوله: يبدأ استناناً إلخ، ۶۱۸/۳)

یعنی، پس اگر جمرۂ عقبہ سے شروع کیا پھر درمیانے کو پھر پہلے کو اور پہلا جمرہ وہ ہے جو مسجدِ خَیف سے ملا ہوا ہے، پھر اُسے اُسی دن یاد آیا تو درمیانے اور عقبہ کی رمی (بعض کے نزدیک) وجوباً یا (اکثر کے نزدیک) از روئے سنّت کے دہرائے۔

اور شمس الائمہ سرخسی نے اِس باب میں جو لکھا ہے اُس سے اعادہ کا وُجوب مستفاد ہے اگرچہ اکثر فقہاء اِس کے خلاف پر ہیں اِس لئے بہتر ہے کہ اُسی دن اعادہ کر لے۔

اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ففی "المبسوط" للسّرخسی، فإنْ بدأَ فی اليومِ الثّانی بجمرةِ العَقَبةِ فَرَماها، ثمَّ بالجمرةِ الوُسطى، ثمّ بالتی تلی المسجدَ ثُمَّ ذَكرَ ذلك فی يومِه يُعيدُ على جمرة الوسطىٰ، و جمرة العَقَبة لأنَّه نسكٌ شُرِعَ مرتَّباً فی هذا اليومِ، فيما سَبقَ أوانُه لا يُعتدُّ به، فكان جمرة الأُولٰى بمنزلةِ الافتتاحِ لجمرةِ الوُسطى و الوُسطى للعَقَبةِ فما أدَّى قبلَ وُجوبِ افتتاحِه لا يكونُ معتدّاً به كمَن سَجَد قبلَ الرُّكوعِ، أو سَعَى قبلَ الطَّوافِ، و المعتدُّ هنا مِن رَميِه الجمرة الأولٰى، فلهٰذا يُعِيدُ على الوُسطى و العَقَبة انتهٰى (المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب رمی الجمار و أحكامه، فصل فی أحكام الرّمی و شرائطه و واجباته، تحت قوله: العاشر التّرتيب إلخ، ص۲۷۶)

یعنی، پس ''مبسوط'' سرخسی میں ہے کہ پس اگر دوسرے دن جمرۂ عقبہ سے شروع کیا پس اُس کی رمی کی، پھر جمرۂ وسطیٰ کو پھر اُسے جو مسجد خیف سے ملا ہوا ہے (یعنی جمرۂ اُولیٰ کی رمی کی) پھر اُسے اُسی دن یاد آ گیا تو جمرۂ وسطیٰ اور جمرۂ عقبہ کی رمی کا اعادہ کرے کیونکہ یہ ایک نُسُک ہے جو ترتیب وار مشروع کیا گیا ہے اور جو اپنے وقت سے پہلے ہوا اُس کا اعتبار نہیں کیا جاتا، پس گویا کہ جمرۂ اُولیٰ جمرۂ وسطیٰ کے لئے بمنزلہ افتتاح کے ہیں پس جو اس کے افتتاح کے وُجوب سے قبل ادا کیا گیا اُسے شمار نہیں کیا جاتا اُس شخص کی مثل جس نے رکوع سے قبل سجدہ کر لیا یا طواف سے قبل سعی کی اور یہاں اُس کی جمرۂ اُولیٰ کو رمی شمار کی جائے گی اِسی لئے جمرۂ وسطیٰ اور جمرۂ عقبہ کی رمی کا اعادہ کرے گا۔اھ

اور رمی جمرات میں معروف ترتیب کا ترک کرنا اُن کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے جو اِس ترتیب کے وجوب کے قائل ہیں اور دوسروں کے نزدیک جو اِس ترتیب کے سنّت مؤکدہ ہونے کے قائل ہیں مکروہ تنزیہی ہے اور وہ اکثر فقہاء کرام ہیں۔

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فلو عكسَ ترتيبِ الجِمارِ جازَ و كرِهَ (الدّر المنتقى فی شرح الملتقى، كتاب الحجّ، فصل إذا دخل مكّة إلخ، تحت قوله: يعود إلى منًى فيرمى إلخ، ۱/۴۱۵، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ۔ ۱۹۹۸م)

یعنی، پس اگر ترتیب جمرات کا عکس کیا تو جائز ہوا اور مکروہ ہوا۔

اسی لئے وہ رمی جس میں معروف ترتیب کو ترک کیا گیا ہو اس کا اعادہ بعض فقہاء کے نزدیک واجب ہے اور اکثر کے نزدیک سنّت مؤکدہ ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

حتماً أی وُجوباً عند البعضِ أو سنّةً مؤكّدةً عندَ الأكثرِ (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار و أحكامه، فصل فی أحكام الرّمی و شرائطه و واجباته، ص۲۷۶)

یعنی، وجوباً بعض کے نزدیک یا سنت مؤکدہ اکثر کے نزدیک۔

اور اختلاف سے نکلنے کے لئے افضل یہی ہے کہ اُسی دن اعادہ کر لے۔ اور اگر وہ دن گزر جائے تو اُس پر سوائے اسائت کے کچھ لازم نہ ہوگا کہ اکثر فقہاء کرام اِس ترتیب کو سنّت مؤکدہ قرار دیتے ہیں اِس لئے ترک مکروہ تنزیہی ہوگا اور یہاں دن سے مراد اُس دن کی رمی کے وقت کا گزر جانا ہے اور بارہ اور تیرہ تاریخ کی رمی کا وقت زوالِ آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور اگلے دن کی صبح صادق پر ختم ہوتا ہے یعنی کسی حاجی نے رمی میں ترتیب کو ترک کر دیا تو وہ اگلے روز کی صبح صادق تک اس کا اعادہ کر سکتا ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الأحد، ۱۲ ذوالحجة ۱۴۳۰ھ، ۲۹ نوفمبر ۲۰۰۹ م 663-F

عورتوں کے لئے دن میں رمی افضل ہے یا رات میں

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ عورت کے لئے دن میں رمی کرنا افضل ہے یا رات میں جب کہ بلا عذر رات تک رمی کی تاخیر کو مکروہ قرار دیا گیا ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ عورت کے حق میں رات میں رمی کرنا افضل ہے چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

إلّا أنَّ رميَها فی اللّيلِ أفضلُ (المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب رمی الجمار، فصل أحكام الرمی إلخ، تحت قوله: فيكرهُ

ترکُھا إلخ، ص٢٧٦، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولى ١٤١٩هـ ـ ١٩٩٨م)

یعنی، مگر یہ کہ عورت کا رات میں رمی کرنا افضل ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں: مرد و زن در رمی جمار برابر اند اِلاّ آنکہ افضل در حق زن آن است کہ رمی نماید در شب زیادۃً للستر (حياة القلوب فی زيارة المحبوب، باب نهم دربيان طواف زيارة، فصل چهارم در بيان وقت رمی جمار، ص٢١٨، مطبوعة: إدارة المعارف، كراتشي ١٣٩١هـ)

یعنی، مرد اور عورت رمی جمار میں برابر ہیں مگر یہ کہ عورت کے حق میں پردہ میں زیادتی کے لئے افضل یہ ہے کہ رات میں رمی کرے (کہ اس میں زیادہ ستر ہے)۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ١٣ ذوالحجة ١٤٣٠ھ، ٣٠ نوفمبر ٢٠٠٩ م F-664

قصداً ممنوعاتِ احرام کے مرتکب وتارکِ واجبات کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ قصداً و ارادۃً محظوراتِ احرام وممنوعاتِ حج کے ارتکاب اور واجبات کو ترک کرنے والوں کے بارے میں شرع مطہرہ کا کیا حکم ہے کیونکہ مسلمان ممالک کے صدور یا وزراءِ اعظم یا دیگر اُمراء، وزراء اور مشیر آتے ہیں عمرہ یا حج ادا کرتے ہیں حلق تو وہ بالکل کرواتے ہی ہیں، قصر شرعی بھی وہ شاید نہ کرواتے ہوں ان لوگوں اور ان جیسے دوسرے لوگوں کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: مامورات کا ترک ہو یا منہیات کا

ارتکاب دونوں ممنوع ہیں یعنی وہ کام کہ شریعت مطہرہ نے جن کے کرنے کا حکم دیا ہے اُن کو بلا عذر شرعی چھوڑنا یا وہ کام کہ شریعت مطہرہ نے جن کو چھوڑنے کا حکم دیا ہے وہ کام بلا عذر شرعی کرنا ممنوع ہے وہ احکام جو فرض یا واجب کے درجے میں ہیں اُن کو چھوڑنے والا اور وہ کام جو حرام قطعی یا حرام ظنّی یعنی کراہت تحریمی کے درجے میں ہیں ان کا ارتکاب کرنے والا عنداللہ گُنہگار ہے، اور قصداً ان مامورات اور سُنَن کا ترک محرمیوں کا سبب ہے اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے جو ایسا کرتے ہیں۔

واجبات کے ترک کے متعلق مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

حکم واجب آنست اگر ترک کرد یکے از آنہا صحیح باشد حج او و لازم آید بروے دَم یا صدقہ برابر است کردہ باشد آن را عمداً یا سہواً یا نسیاناً یا جہلاً لیکن چون ترک کرد بطریق تعمد آثم باشد اگرچہ دم دہد مرتفع نگردد آن اثم بغیر توبہ (حياة القلوب فی زيارة المحبوب، مقدمة الرسالة، فصل سيوم، ص٤٥)

یعنی، واجبات کا حکم یہ ہے کہ اگر اُن میں سے کسی ایک کو ترک کردے تو اُس کا حج صحیح ہوجائے گا اور اُس پر دَم یا صدقہ لازم آئے گا چاہے اُسے جان بوجھ کر، یا سہو میں یا بھول میں یا علم نہ ہونے کی وجہ سے ترک کیا ہو لیکن جب جان بوجھ کر ترک کیا ہو تو گنہگار ہوگا اگرچہ دَم دے دے اور وہ گُناہ بغیر توبہ کے نہ اٹھے گا۔

عمداً ممنوعات کے مُرتکب پر وُجوبِ جزاء اور لزومِ گُناہ پر علماء کرام نے قرآن کریم سے بھی استدلال کیا ہے، چنانچہ قاضی حسین بن محمد سعید بن عبدالغنی مکی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ لکھتے ہیں:

فالقرآنُ دلَّ علی وُجوب الجزاءِ علی العامد و علی إثمِهِ بقوله: ﴿لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ﴾ (إرشاد السّاري إلى مناسك الملاّ علي القاري،

باب الجنايات، تحت قول اللّباب: عامداً أو خاطئاً، ص (۳۳۱)

یعنی، پس قرآن کریم نے اپنے اِس قول ''تا کہ چکھیں اپنے امر کا وبال'' کے ساتھ عامد پر وُجوب جزاء اور لُزومِ گناہ پر دلالت کی ہے۔

اور ممنوعات کے ارتکاب کے بارے میں صاحبِ فتح القدیر کے شاگرد علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

المُحرِمُ إذا جَنَى عمْداً بلا عُذرٍ يجبُ عليه الجزاءُ و الإثمُ، و إنْ جَنَى بغيرِ عمْدٍ أو بعذرٍ فعليه الجزاءُ دونَ الإثمِ و لا بدّ من التَّوبةِ على كلِّ حالٍ (لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الجنايات، ص ۳۳۰)

یعنی، مُحرِم جب بلاعُذر جان بوجھ کر جُرم کرتا ہے تو اُس پر جزاء اور گناہ دونوں لازم آتے ہیں، اور اگر جان بوجھ کر جُرم نہیں کرتا یا کسی عُذر کی وجہ سے جُرم کرتا ہے تو اُس پر جزاء ہے نہ کہ گناہ اور ہر حال میں توبہ ضروری ہے۔

اِس کے تحت ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

فيه: أنّه لا يجبُ التَّوبةُ إذا كان بعذرٍ أو بغيرِ عَمْدٍ، و المقصودُ أنّه إذا جَنَى عَمْداً بلا عُذرٍ ثمَّ كَفَّر، فلا يُتوهَّمُ أنّه لا يتوجَّهُ عليه الإثمُ، و لا تجبُ عليه التَّوبةُ (المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب الجنايات، ص ۳۳۰)

یعنی، اِس میں ہے کہ جب عُذر کے سبب (ارتکاب) ہو یا (ارتکاب) قصداً نہ ہو تو توبہ واجب نہیں ہے اور مقصود یہ ہے کہ جب جان بوجھ کر بلا عذر جُرم کرے پھر کفّارہ دے دے تو یہ وہم نہیں کیا جا سکتا کہ اُس کی طرف گناہ متوجہ نہیں ہوگا اور اُس پر توبہ واجب نہیں ہوگی۔

اور مُلّا علی قاری مزید لکھتے ہیں جسے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نے بھی نقل کیا کہ

فقد ذَكَر "ابنُ جماعةَ" عن "الأيمةِ الأربعةِ" أنّه إذا ارتكَبَ محظورَ الإحرام عامداً يأثمُ، و لا تُخرِجُه الفِديةُ، و العزمُ عليها عن كونِه عاصياً

قال النّووی: و ربما ارتكَبَ بعضُ العامَّة شيئًا مِن هذه المحرَّماتِ، وقال: أنا أفدِی متوهِّماً أنَّه بالتزامِ الفِديةِ يتخلَّصُ من وَبالِ المعصيَّةِ، و ذلك خطأٌ صريحٌ و جهلٌ قبيحٌ، فإنّه يحرُمُ عليه الفعلُ، فإذا خالَفَ أثِمَ، و لزِمَتُه الفِديةُ، و ليستِ الفِديةُ مُبيحةً للإقدام على فعلِ المحرَّم، و جهالةُ هذا الفعل كجهالةِ مَن يقول: أنا أشربُ الخمرَ و أزنی و الحدُّ يُطهِّرُنی، و مَن فَعَل شيئاً ممّا يُحكمُ بتحريمِه، فقد أخرَجَ حجَّهُ عن أن يكونَ مبروراً، انتهی

و قد صرَّحَ أصحابُنا بمثلِ هذا فی الحُدودِ، فقالوا: إنَّ الحدَّ لا يكونُ طُهرةً مِن الذَّنبِ، و لا يعمَلُ فی سُقوطِ الإثم، بل لا بدَّ من التّوبةِ، فإنْ تابَ كان الحدُّ طُهرةً له، و سقَطَتْ عنه العقوبةُ الأخرويَّةُ بالإجماع، و إلّا فلا، لكن قال صاحب "الملتقط" فی باب الإيما: إنَّ الكفّارة ترَفَعُ الإثمَ و إن لم تُوجَدِ التَّوبةُ من تلك الجناية، انتهی

و يؤيِّده ما ذكَرهُ الشّيخُ نجم الدّين النّسفی فی تفسيره "التّيسير" عند قول تعالىٰ: ﴿فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ

عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾ أی: اصطاد بعد ذلك الإبتداءِ، قیل: هو العذابُ فی الآخرةِ مع الکفّارةِ فی الدُّنیا، إذا لم یَتُبْ منه، فإنّها لا ترفعُ الذَّنْبَ عن المصرِّ، انتهی، و هذا تفصیلٌ حسنٌ، و تقییدٌ مستحسنٌ یُجمَعُ به بین الأدلَّة و الرّوایات، والله تعالیٰ أعلم، بحقائق الحالات، و اللّفظ للقاری (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسّط، باب الجنایات، تحت قوله: لا بدَّ مِن التّوبة إلخ، ص۳۳۰، ۳۳۱، مطبوعه: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۱۹ھ۔ ۱۹۹۸م) (ردُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الحجّ، باب الجنایات، تحت قول التّنویر: و لو ناسیاً إلخ، ۳/٦٥۲، دار المعرفة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م)

یعنی، علامہ ''ابن جماعۃ'' نے ''ائمہ اربعۃ'' سے ذکر کیا کہ اگر مُحرِم ممنوعات احرام کا جان بوجھ کر ارتکاب کرلے تو وہ گُنہگار رہوتا ہے اور فدیہ اور اُس کا عزم اُسے اُس کے گُنہگار رہونے سے نہیں نکالتا۔

امام نووی (شافعی) (کتاب متن الإیضاح، الباب الثّانی فی الإحرام، فصلان بعد فصل فی محرّمات الإحرام، ص۵۸، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الثانیة ۱٤۱٦ھ۔ ۱۹۸٦م) نے فرمایا بسا اوقات عوام ان ممنوعات میں سے کچھ کا ارتکاب کرتے ہیں اور (مرتکب) کہہ دیتا ہے کہ میں فدیہ دے دوں گا اور اُس کا وہم ہے کہ فدیہ کا التزام کرنا اُسے معصیّت کے وبال سے چھٹکارا دلا دے گا اور یہ صراحۃً خطا اور بہت قبیح جہالت ہے، پس اُس پر ممنوع کا ارتکاب حرام تھا جب اُس نے خلاف کیا تو گُنہگار رہوا اور اُسے فدیہ لازم ہوگیا اور فدیہ ممنوع فعل پر اقدام کو مُباح نہیں کرتا، (علامہ ابن حجر ہیتمی لکھتے ہیں: فدیہ اُس گُناہ کو اصلاً اُٹھانے والا نہیں ہے

جیسا کہ تمام کفّارے، (حاشیة العلّامة ابن حجر الهیتمی، الباب الثانی فی الإحرام، فصل: هذه محرّمات الإحرام إلخ، ص۲۲٤، مکتبة نزار مصطفی الباز، مکة المکرمة) اور یہ جہالت اُس شخص کی جہالت کی مثل ہے جو یہ کہے کہ میں شراب پیوں گا اور زنا کروں گا اور حدّ مجھے پاک کر دے گی، اور جس شخص نے ایسا کام کیا کہ جس کا حرام ہونا محکم ہے تو اس کا یہ ارتکاب اُسے اس کے حج کو حجِ مقبول ہونے سے نکال دے گا۔ انتہی

اور ہمارے اصحاب نے اِس کی مثل (اُمور) کی حُدود کے بیان میں تصریح کی ہے پس انہوں نے کہا کہ حدّ گُناہ سے پاک کرنے والی نہیں اور گُناہ کے ساقط ہونے میں عمل نہیں کرتی بلکہ اس کے لئے توبہ ضروری ہے پس اگر وہ توبہ کرلے تو حدّ اس کے لئے پاک کرنے والی ہے اور آخرت کی سزا اس سے بالاجماع ساقط ہو جائے گی ورنہ نہیں لیکن صاحبِ ''ملتقط'' نے باب الأیمان میں فرمایا کہ کفّارہ گُناہ کو اٹھا دیتا ہے اگرچہ اُس جُرم سے توبہ کرنا نہ پایا جائے اھ اور اِس کی تائید اس سے بھی ہو جاتی ہے کہ جو شیخ نجم الدین نسفی (یہ ابو حفص عمر بن محمد نجم الدین نسفی (متوفی ۵۳۷ھ) ہیں اور اُن کی تفسیر کا نام "التّیسیر فی التّفسیر" ہے جیسا کہ "کشف الظّنون" (۱/۵۱۹) اور "الفوائد البهیة" (ص۱٤۹) میں ہے) نے اپنی تفسیر "التّیسیر" میں اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾ (البقرہ: ۲/۱۷۸) کے تحت لکھا کہ یعنی اُس نے اِس ابتداء کے بعد شکار کیا، کہا گیا ہے کہ جب وہ اس جرم سے توبہ نہیں کرتا تو دنیا میں اس کفّارے کے ساتھ آخرت کا عذاب ہے کیونکہ کفارہ مصرّ سے گُناہ نہیں اٹھاتا اھ اور یہ اچھی تفصیل ہے اور مستحسن تقیید ہے کہ جس نے ادلّہ اور روایات کے مابین جمع کر دیا۔ واللہ تعالیٰ أعلم بحقائقِ

الحَالَات

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا اور ان سے علامہ قاضی حسین بن محمد سعید عبد الغنی مکی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ نے نقل کیا ہے کہ

فیُحملُ ما فی "الملتقط" علی غیر المصرِّ، و ما فی غیرِہ علی المصرِّ، و قد ذکَرَ ھذا التّوفیقَ العلّامۃ "نوح" فی "حاشیۃ الدرر" اھ (رَدُّ المحتار علی الدُّرّ المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، تحت قول التّنویر: و لو ناسیاً إلخ، ۶۵۲/۳۔ و أیضاً إرشادُ السّاری إلی مناسك الملاّ علی القاری، باب الجنایات، تحت قولہ: ھذا تفصیلٌ حسنٌ، ص۳۳۱)

یعنی، جو "ملتقط" میں ہے وہ غیر مُصرّ پر اور اس کتاب کے علاوہ دیگر میں ہے اُسے مُصرّ پر محمول کیا جائے گا، اور یہ موافقت (بین الأدلّہ و الرّوایات) علامہ نوح نے "دُرَر" کے حاشیہ میں ذکر کی ہے۔

ترکِ واجب اور ارتکابِ حرام گُناہ ہے اور اس پر مصرّین ایک بار گناہ کر کے دوبارہ کرنے کے والے کے لئے "مناسک ملاّ علی قاری" کے حاشیہ میں ہے:

یقالُ لہُ: اذھَب ینتقمُ اللّٰہ منك، و استدلّ بقولہ تعالیٰ: ﴿وَ مَنْ عَادَ فَیَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ﴾ (المائدۃ: ۹۵/۵) (إرشاد السّاری إلی مناسك الملاّ علی القاری، باب الجنایات، تحت قولہ: خلافاً لمَن قال فی العائد، ص۳۳۱)

یعنی، اُسے کہا جائے جا تجھ سے اللہ تعالیٰ انتقام لے گا اور اللہ تعالیٰ کے فرمان "اور جو اب کرے گا اللہ اُس سے بدلہ لے گا" سے استدلال کیا ہے۔

اور یہ احقر کہتا ہے کہ جب ایک شخص جانتا ہے کہ یہ فعل احرام میں حرام ہے پھر وہ یہ بھی

جانتا ہے کہ اس کے ارتکاب پر فدیہ لازم آئے گا پھر بھی وہ اس فعل حرام کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ پشیمان نہیں بلکہ ممنوعات کے ارتکاب میں دیدہ دلیری کا مظاہرہ کرتا ہے لہٰذا اُس کا جُرم ایسا ہے کہ صرف کفّارہ ادا کرنے سے گُناہ معاف نہیں ہوگا بلکہ اُس کے لئے توبہ کرنی ہوگی، برخلاف اُس شخص کے کہ جس سے ممنوع کا ارتکاب ہوگیا پھر معلوم ہونے پر پشیمان ہوا اور اس نے کفّارہ ادا کیا تو اس کا یہ کفّارہ اس کے گُناہ کو اٹھا دے گا کیونکہ اُس کا پشیمان ہونا اُس کی توبہ سے کافی ہوگیا کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

"کَفَّارَۃُ الذَّنْبِ النَّدَمُ أَوِ النَّدَامَۃُ" (أخرجہ أحمد فی مسندہ، برقم: ۲۶۲۳، ۲۸۹/۱) و الطّبرانی فی "المعجم الکبیر" برقم: ۱۲۷۹۵، أبو الجوزاء عن ابن عباس، (۱۳۴/۱۲) و البیھقی فی "الشّعب" (السّابع و الأربعون من شعب الإیمان، برقم: ۶۶۳۸، ۲۶۶/۹) عن ابن عبّاسٍ مرفوعاً)

یعنی، گُناہ کا کفّارہ ندامت ہے۔

اور امام ربّانی مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی حنفی نے اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا کہ

"جو شخص گُناہ کر کے نادم ہوا تو یہ ندامت اس کے گناہوں کا کفّارہ ہے"۔ (مکتوبات امام ربّانی، جلد دوم، دفتر دوم، حصہ ھفتم، مکتوب: ۶۶، ص۳۸)

اور یہاں ارتکاب ممنوع پر اصرار نہیں پایا گیا اور وہاں پایا گیا اِس لئے توبہ کرنا لازم ہوگئی۔

امام اہلسنّت امام احمد رضا محدّث بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

کفّارے اِس لئے ہیں کہ بُھول چُوک سے یا سونے میں یا مجبوری میں جرم ہوں تو کفّارہ سے پاک ہو جائیں نہ اِس لئے کہ جان بوجھ کر بلا عُذر جرم کرو اور کہو کہ کفّارہ دے دیں گے، دینا تو جب بھی آئے گا مگر قصداً حکم الٰہی کی مخالفت سخت ہے و العیاذ باللہ تعالیٰ، حق تعالیٰ توفیق

طاعت عطا فرما کر مدینہ طیبہ کی زیارت کرائے، آمین (أنوار البشارۃ فی مسائل الحجّ و الزیارۃ، فصل ششم حرم اور اُن کے کفّارے، نصیحت، ص۷۳، مطبوعہ: تحریك اصلاح العقائد، مینھادر، کراتشی ۱۹۷۳م)

اور جو لوگ واجبات جان بوجھ کر ترک کرتے ہیں وہ ایسے ہی ہیں جیسے کوئی شخص جان بوجھ کر ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب کرے اور پھر اگر اُن کو اپنے عہدے پر ناز ہے یا اپنی دولت پر تو دونوں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ہیں اگر انہیں شریعت مطہرہ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے شرم آتی ہے اور آخرت کو فراموش کر بیٹھے ہیں تو اپنی اس حالت پر اُن کو افسوس کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رونا اور گڑگڑانا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی حالت بدل دے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعۃ، ۳۰ ذو القعدہ ۱۴۲۹ھ، ۲۸ نوفمبر ۲۰۰۸ م F-483

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی مُحرِم کے احرام میں نجاست لگی ہوئی ہو اور اُسے معلوم نہ ہو تو دیکھنے والے پر لازم ہے کہ اُسے بتائے یا لازم نہیں ہے، اسی طرح کسی مُحرِم کو ممنوعاتِ احرام میں سے کسی ممنوع کے ارتکاب کرتا ہوا پائے تو دیکھنے والا کیا کرے اُسے بتائے یا نہ بتائے؟

(السائل: ابو طالب قادری)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: مُحرِم کے احرام کی چادروں پر نجاست درہم کی مقدار سے زائد ہو اور دیکھنے والا یہ سمجھتا ہو کہ اگر میں اسے بتا دوں گا تو یہ دھو لے گا تو اُس پر لازم ہے کہ اُسے بتا دے اور اگر یہ جانتا ہو کہ یہ شخص میری بات نہیں سُنے گا تو اُسے اختیار ہے کہ بتائے یا نہ بتائے، چنانچہ امام افتخار الدین طاہر بن احمد بن عبد الرشید بخاری حنفی متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

رأی علی ثوبِ إنسانٍ نجاسةً أکثرَ مِن قدرِ الدّرهمِ، و إنْ وَقَعَ فی قلبِه أنّه لو أخبرَه یشتَغِلُ بغَسلِه لم یسعهُ أنْ لا یُخبِرَهُ، و إنْ عَلِمَ أنّه لا یلتفتُ إلی کلامِهِ کان فی سعةٍ أن لا یُخبِرَهُ (خلاصة الفتاوی، کتاب الطّهارات، الفصل الثّامن فی النّجاسة، ۱/۴۶، مطبوعة: مکتبة رشیدیة، کوئتة)

یعنی، کسی انسان کے کپڑوں پر درہم کی مقدار سے زیادہ نجاست لگی ہوئی دیکھی، اگر دیکھنے والے کے دل میں آئے کہ اگر میں اُسے بتاؤں گا تو یہ اُسے دھونے میں مشغول ہو جائے گا تو اُسے اِس بات کی گنجائش نہیں کہ وہ اُسے خبر نہ دے، اور اگر وہ جانتا ہے کہ وہ شخص اِس کی بات کی طرف توجہ نہیں کرے گا تو اُسے گنجائش ہے کہ اُسے خبر نہ دے (یعنی چاہے تو خبر دے اور چاہے تو نہ دے)۔

اور سوال میں ذکر کردہ دیگر اُمور کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہئے، دراصل یہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے باب سے ہیں چنانچہ امام افتخار الدین بخاری حنفی لکھتے ہیں:

الأمرُ بالمعروفِ علی هذا، إن عَلِمَ أنّهم یَسمعونَ یجبُ علیه إلّا لا (خلاصة الفتاوی، کتاب الطّهارات، الفصل الثّامن فی النّجاسة، ۱/۴۶، مطبوعة: مکتبة رشیدیة، کوئتة)

یعنی، امر بالمعروف اِسی پر ہے اگر جانتا ہے کہ وہ اُس کی بات سُنیں گے تو اُس پر (امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) واجب ہے ورنہ نہیں۔

اور بعض فقہاء کرام نے مطلقاً امر بالمعروف کو واجب قرار دیا ہے، چنانچہ امام افتخار الدین بخاری حنفی لکھتے ہیں:

قال الإمام السّرخسی: الأمرُ بالمعروفِ واجبٌ مطلقاً من غیرِ هذا التَّفصِیلِ (خلاصة الفتاوی، کتاب الطّهارات، الفصل الثّامن فی

النّجاسة، ١/٤٦، مطبوعة: مكتبة رشيدية، كوئتة)

یعنی، (شمس الائمہ) امام سرخسی (حنفی) نے فرمایا امر بالمعروف اِس تفصیل کے بغیر مطلقاً واجب ہے۔

احقر یہ کہتا ہے کہ فی زمانہ صرف سامنے والے کے سُننے یا نہ سُننے، ناصح کی بات کی طرف توجہ کرنے یا نہ کرنے، خیر خواہ کی خیر خواہی قبول کرنے یا نہ کرنے کی بات نہیں بلکہ خوف اس بات کا رہتا ہے کہ وہ اس کا انکار ہی نہ کر دے اور جس کام کے کرنے کا اُسے حکم دیا گیا ہے وہ فرض قطعی یا واجب بھی ہوسکتا ہے یا جس کام سے اُسے روکا گیا، وہ حرام قطعی یا حرام ظنّی (یعنی مکروہ تحریمی) بھی ہوسکتا ہے تو اس کے انکار کے خوف کا مطلب ہے کہ اس کے مرتد یا گمراہ ہونے کا خوف، پھر لوگوں کے حالات ایسے ہوگئے کہ خیر خواہی کرنے والے کی عزت یا جان کو بھی خطرہ ہوسکتا ہے اور فی زمانہ لوگوں کی یہ حالت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے اس لئے اِن حالات میں اُسی پر عمل کرنا بہتر ہے جو امام افتخار الدین بخاری علیہ الرحمہ نے لکھا ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ١٦ ذوالقعدہ ١٤٣١ھ، ٢٥اکتوبر ٢٠١٠م 676-F

حالتِ احرام میں جسم پر پٹی باندھنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ میرے گھٹنے میں انتہائی شدید تکلیف ہے جس کی وجہ سے میں اس پر گرم پٹی چڑھا کر رکھتا ہوں اب حج کا احرام باندھنے سے احرام کھلنے تک اگر میں گھٹنے پر گرم پٹی نہیں چڑھاؤں گا تو مجھے تکلیف بڑھ جانے کا قوی اندیشہ ہے، اب اس صورت میں اگر احرام باندھنے کے بعد گھٹنے پر گرم پٹی چڑھا لوں تو مجھ پر کوئی دَم یا صدقہ تو لازم نہیں آئے گا۔

(السائل: ایک حاجی از لبیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: جن اعضاء کا احرام میں کُھلا رکھنا

واجب ہے اُن کے علاوہ دیگر اعضا پر کسی عذر کی بنا پر پٹی وغیرہ باندھنا جائز ہے چنانچہ علامہ محمد سلمان اشرف لکھتے ہیں:

بلا عذر سر یا مُنہ پر پٹی باندھنا مکروہ تحریمی ہے اِن دو اعضاء کے سوا کسی اور حصہ بدن پر پٹی باندھنا عذر کے ساتھ جائز ہے اور بلا عذر مکروہ ہے۔

(الحجّ، مصنّفه محمد سلمان اشرف، احرام میں لباس مکروہ، ص٤٤ـ٤٥)

اور امام شمس الدین ابوبکر محمد سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

و إن عصّب شيئًا مِن جَسَدِه مِن علّةٍ أو غير علّةٍ فلا شيءَ عليه، لأنّه غيرُ ممنوعٍ عن تغطِيَةِ سائرِ الجسدِ سِوى الرَّأسِ و الوَجهِ و لكن يكرهُ له أنْ يُغطّيَ ذلك من غيرِ علّةٍ (المبسوط للسّرخسي، كتاب المناسك، باب ما يلبَسهُ المُحرِم من الثّياب، ٢/٤/١١٥، مطبوعة: دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢١هـ ـ ٢٠٠٠م)

یعنی، ضرورت کی وجہ سے یا بے ضرورت بدن کا کوئی حصہ پٹی باندھی تو اُس پر کچھ (کفّارہ) لازم نہیں کیونکہ اُسے سوائے سر اور چہرے کے سوا پورے جسم کو ڈھکنے سے نہیں روکا گیا، لیکن وہ بے ضرورت مکروہ ہے۔

(الحج لمحمد سلمان أشرف، ص٤٨)

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ٢٨ ذو القعدة ١٤٢٩ھ، ٢٦نومبر ٢٠٠٨م 481-F

حالتِ احرام میں خوشبو سونگھنے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص احرام باندھنے کے بعد خود خوشبو استعمال نہیں کرتا مگر خوشبو پڑھی ہوئی ہے بغیر لگائے سونگھ لیتا ہے تو اِس پر کچھ کفارہ لازم آئے گا یا نہیں، اِسی طرح کسی خوشبو میں بسے ہوئے شخص کے

پاس سے گزرتا ہے یا عطار کی دوکان کے سامنے سے گزرتا ہے یا بیت اللہ شریف کے قریب جاتا ہے تو خوشبو تو اُسے بہر حال آئے گی ایسی صورت میں وہ کیا کرے؟

(السائل: محمد فیاض، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: احرام میں خوشبو سونگھنے سے اگرچہ کچھ لازم نہیں آتا مگر ایسا کرنا مکروہ ہے لہٰذا اس سے اجتناب کیا جائے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۰ھ لکھتے ہیں:

و كذا لا بأْسَ بشمِّه (لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الجنايات، فصل فی تطييب الثّوب إلخ، ص۳۵٦، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱٤۱۹ھ۔ ۱۹۹۸م)

یعنی، اِسی طرح خوشبو سونگھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لا يجبُ شئٌ بشمِّ الطّيبِ، و لو كان مكروهاً، لعدم الالصاقِ (المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات، فصل فی تطييب الثّوب إلخ، ص۳۵٦۔۳۵۷، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱٤۱۹ھ۔ ۱۹۹۸م)

یعنی، خوشبو سونگھنے میں خوشبو جسم کے ساتھ مُلصَق نہ ہونے کی وجہ سے کچھ لازم نہیں اگرچہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

اور ملا علی قاری دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

و لو شَمَّ طِيباً أو دخل بيتاً مُجمَّرًا فعَلِقَ بثوبِه رائحةٌ فلا شئً عليه، و يُكرهُ له شمُّهُ قصداً (فتح باب العناية، كتاب الحجّ، فصل فی الجنايات، ۲۸۸/۲، مطبوعة: دار أحياء التراث العربی، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱٤۲٦ھ۔ ۲۰۰۵م)

یعنی، اگر خوشبو سونگھی یا دھونی دیئے ہوئے کمرے میں داخل ہوا پس اُس کپڑوں میں خوشبو داخل ہوگئی تو اس پر کچھ (کفّارہ) لازم نہیں اور اس کے لئے اُسے قصداً سونگھنا مکروہ ہے۔

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱٦۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا کہ

لا يلزَمُهُ شيءٌ بشَمِّ الرَّيحان و الطّيبِ و أثمارِ الطّيبةِ مع كراهةِ شمِّه (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الحج، الباب الثّامن فی الجنايات، الفصل الأول فيما يجب بالتّطيب و التّدهين، ۲٤۰/۱، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثالثة ۱۳۹۳ھ۔ ۱۹۷۳م)

یعنی، خوشبو، پھول اور پھل سونگھنے سے کچھ کفّارہ تو لازم نہیں آتا لیکن (خوشبو) سونگھنا مکروہ ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں کہ

أنَّه لو شَمَّ طِيْباً أو ثِماراً طَيِّبةً لا كفّارة عليه و إن كُرِهَ (رَدُّ المحتار علی الدر المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قوله: إن طيّب، ٦۵۳/۳، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱٤۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م)

یعنی، اگر خوشبو یا خوشبودار پھل سونگھ لئے تو اُس پر کچھ کفّارہ لازم نہیں اگرچہ یہ مکروہ ہے۔

اور غیر اختیاری طور پر خوشبو آئے تو مُحرِم کو چاہئے کہ وہ خوشبو سونگھنے کا قصد نہ کرے اور اگر قصد کرے گا تو کراہت لازم آئے گی اگرچہ کراہت تنزیہی ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ۲۷ ذو القعدہ ۱٤۲۹ھ، ۲۵ نوفمبر ۲۰۰۸ م 482-F

حالتِ احرام میں موتیا اور خوشبو والی کریم کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حالتِ احرام میں موتیا کے گجرے، خوشبو والی کریم وغیرہا استعمال کرنا کیسا ہے؟

(السائل: C/O لبیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حالتِ احرام میں خوشبو اور خوشبو دار اشیاء کا استعمال ممنوع ہے چاہے اس کا استعمال بدن میں ہو یا کپڑوں میں، پھر خوشبو کی اقسام کثیر ہیں اور ان کے استعمالات بھی مختلف ہیں اس لئے صرف سوال میں ذکر کردہ اشیاء اور ان کے استعمالات کا حکم بیان کیا جائے گا۔

موتیا اور گجرے: ان کا استعمال بطور سونگھنے اور گلے یا ہاتھ میں پہننے کے ہوتا ہے، ہاتھ یا گلے میں پہننے یا ہاتھ میں پکڑنے کی صورت میں اُن کی خوشبو ہاتھوں وغیرہ کو نہیں لگتی، خوشبو اُن کے پانی میں ہوتی ہے وہ اُن کو مسلنے سے نکلتا ہے نہ کہ پہننے اور ہاتھ لگانے سے، باقی رہا سونگھنا تو وہ مکروہ ہے مگر اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں ہوتا لیکن مکروہ کے ارتکاب سے بھی بچنا چاہئے، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

خوشبو سونگھی پھل ہو یا پھول جیسے لیموں، نارنگی، گلاب، چمبیلی، بیلے، جُوہی وغیرہ کے پھول تو کچھ کفارہ نہیں اگرچہ محرم کو خوشبو سونگھنا مکروہ ہے (بہار شریعت، حج کا بیان، جُرم اور اُن کے کفارے، خوشبو اور تیل لگانا، ۱/۶/۱۰۰)

علامہ سراج الدین علی بن عثمان اوسی حنفی متوفی ۵۶۹ھ لکھتے ہیں:

لَو شَمَّ الطِّيبَ لا شَيءَ عليه (الفتاوى السّراجية، كتاب الحجّ، باب التّطيّب المحرم، ص۳۵، مطبوعة: مير محمد كتب خانه، كراتشي)

یعنی، اگر خوشبو سونگھی تو اُس پر کچھ لازم نہیں۔

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماءِ ہند کی ایک جماعت نے لکھا کہ:

لا يلزَمُه شيءٌ بشم الرَّيحان و الطِّيب و أثمارِ الطِّيبةِ مع كراهةِ شمِّه كما في "غاية السّروجي شرح الهداية" (الفتاوى الهندية،

كتاب الحجّ، الباب الثّامن في الجنايات، الفصل الأول فيما يجب بالتّطيّب و التّدهين، ۱/۲٤۰، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثالثة ۱۳۹۳هـ-۱۹۷۳م)

یعنی، خوشبو، پھول اور پھل سونگھنے سے کچھ کفارہ تو لازم نہیں آتا لیکن مکروہ ہے جیسا کہ ''غایۃ السروجی شرح الہدایۃ'' میں ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

أنه لو شَمّ طيباً أو ثِماراً طَيّبةً لا كفّارةَ عليه و إن كُرِهَ (رَدُّ المحتار على الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قوله: إنْ طيّب، ۳/۶۵۳، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ۱٤۲۰هـ-۲۰۰۰م)

یعنی، اگر خوشبو یا خوشبودار پھل سونگھے تو اُس پر کوئی کفارہ نہیں ہے اگرچہ (خوشبو سونگھنا) مکروہ ہے۔

خوشبو دار کریم: اس میں خوشبو تھوڑی ہے تو پورے عضو پر لگانے کی صورت میں دَم اور اس سے کم میں صدقہ لازم ہوگا اور خوشبو اگر زیادہ ہے تو چوتھائی عضو پر لگانے کی صورت میں دَم اور اس سے کم میں صدقہ لازم ہوگا، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

لو طيّب بالقليلِ عُضواً كاملاً أو بالكثيرِ رُبعَ عضوٍ لَزِمَ الدَّمُ و إلّا فصدقَة (رَدُّ المحتار على الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قوله: كاملاً، ۳/۶۵۳، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۲۰هـ-۲۰۰۰م)

یعنی، تھوڑی خوشبو پورے عضو پر لگائی یا بہت خوشبو چوتھائی عضو پر تو قربانی واجب ہوئی ورنہ صدقہ۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ٤ ذوالحجہ ۱٤۳۰ھ، ۲۱ نوفمبر ۲۰۰۹م 658-F

رمی میں عورتوں کا نائب بننا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے کہ جو اپنی عورتوں کو رمی کے لئے نہیں لے جاتی بلکہ اُن کی رمی خود کر کے آجاتے ہیں جس طرح مرد پر خود رمی کرنا واجب ہے کیا عورتوں پر واجب نہیں، کیا اس حکم میں عورتوں اور مردوں میں کوئی فرق ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اِس حکم میں مرد وعورت میں کوئی فرق نہیں ہے، جس طرح غیر معذور مرد پر خود رمی کرنا واجب ہے اِسی طرح غیر معذور عورت پر بھی خود رمی کرنا واجب ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و الرَّجُلُ و المرأةُ فی الرَّمِی سواءٌ (لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب رمی الجمار و أحكامه، فصل فی أحكام الرّمی الخ، ص٢٧٦، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٨م)

یعنی، مرد اور عورت رمی (کے حکم) میں برابر ہیں۔

اور اِس کے تحت ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں کہ

و فيه إيماءٌ إلى أنَّه لا يجوزُ النِّيابَةُ عن المرأةِ بغيرِ عُذرٍ (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار و أحكامه، فصل فی أحكام الرّمی إلخ، ص٢٧٦، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٨م)

یعنی، اور اِس میں اشارہ ہے کہ بلا عُذر عورت کی طرف سے رمی میں نیابت جائز نہیں ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

مرد وزن در رمی جمار برابر اند الّا آنکہ افضل در حق زن آن است کہ رمی نماید در شب زیادۃً للسّتر و جائز نیست زنے را کہ نائب فرستد بعوض خود برائے رمی جمار مگر آنکہ عذرے داشتہ باشد کہ مانع گردد از رمی بنفس خود چنانچہ مرض و مانند آن (حياة القلوب فی زيارة المحبوب، باب نهم دربيان طواف زيارة، فصل چهارم در بيان وقت رمی جمار، ص٢١٨، مطبوعة: إدارة المعارف، كراتشی ١٣٩١ھ)

یعنی، مرد اور عورت رمی جمار میں برابر ہیں مگر یہ کہ عورت کے حق میں پردہ کی زیادتی کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ رات میں رمی کرے، عورت کو جائز نہیں کہ وہ اپنی جگہ رمی کے لئے اپنے نائب کو بھیجے مگر یہ کہ عورت کو کوئی عذر ہو جو خود رمی کرنے سے مانع ہو جیسا کہ مرض وغیرہ۔

اس کے لئے علماء کرام نے لکھا ہے کہ نائب بنانے کی رُخصت اُس مریض کے لئے ہے جو سواری پر بھی نہ جا سکتا ہو فی زمانہ اُسے وہیل چیئر پر بٹھا کر بھی نہ لے جا سکتا ہو تو اس طرح کا مریض مرد ہو خواہ عورت دوسرے کو اپنا نائب بنا دے، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ نقل کرتے ہیں:

جو شخص مریض ہو کہ جمرہ تک سواری پر بھی نہ جا سکتا ہو وہ دوسرے کو حکم کر دے کہ اُس کی طرف سے رمی کرے۔ اس کے بعد اسی کے آگے لکھا کہ اگر مریض میں اتنی طاقت نہیں کہ رمی کرے تو بہتر یہ ہے کہ اس کا ساتھی اُس کے ہاتھ پر کنکری رکھ کر رمی کرائے۔ یو ہیں بیہوش یا مجنون یا ناسمجھ کی طرف سے اُس کے ساتھ والے رمی کر دیں اور بہتر یہ ہے کہ اُن کے ہاتھ پر کنکری رکھ کر رمی کرائیں۔"منسك" (لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب أحكام الرمی و أحكامه، فصل فی أحكام الرّمی و شرائطه إلخ، ص٢٧٤) (بہار شریعت، حج کا بیان، منیٰ کے اعمال اور حج کے بقیہ افعال، باقی

دنوں کی رمی،۲/۶/۸۸، مکتبہ اسلامیہ، لاہور)

لہٰذا غیر معذور عورتوں کی جانب سے جو لوگ رمی کر دیتے ہیں اس سے اُن عورتوں کے ذمے سے رمی کا وجوب ساقط نہ ہوگا۔ اور ترک رمی کی وجہ سے جزاء و گُناہ سے نہ بچ پائیں گے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۷ ذوالحجة ۱٤۳۰ھ، ۲٤ نوفمبر ۲۰۰۹م F-666

تینوں دنوں کی رمی ترک کی تو کیا لازم ہوگا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے تینوں دنوں کی رمی ترک کر دی یا اس سے کسی وجہ سے ترک ہوگئی اِس صورت میں اُس پر کتنے دَم لازم ہوں گے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اس شخص پر ایک دم لازم ہوگا چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

مَن تَرَكَ رَمی الجِمَارِ فی الأیّامِ کُلِّھَا فعلیهِ دمٌ لتحقُّقِ تَركِ الوَاجبِ و یَکفِیهِ دمٌ واحدٌ، لأنَّ الجِنسَ مُتّحدٌ (الهداية، كتاب الحج، باب الجنايات، ۱۔۲/۲۰۰، ۲۰۱، مطبوعة: دار الأرقم، بيروت)

یعنی، جس نے تمام دنوں کی رمی ترک کر دی تو اس پر ترکِ واجب متحقق ہونے کی وجہ سے دَم لازم ہے اور اُسے ایک دَم کافی ہوگا کیونکہ جنس متحد ہے۔

اور علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

و لو تَرَكَ رَمی الجِمارِ کُلِّھا أو یومٍ واحدٍ أو جمرةِ العَقَبةِ یومَ النَّحرِ فعلیه شاةٌ (المُختار الفَتوی، کتاب الحج، باب الجنايات،

ص ۲۱۱، مطبوعة: مكتبة نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة، الطبعة الأولى ۱٤۱۸ھ۔ ۱۹۹۷م)

یعنی، اگر تمام جمرات کی رمی ترک کی یا ایک دن کی یا یومِ نحر میں جمرۂ عقبہ کی (تمام صورتوں میں) اُس پر (دَم کے طور پر) بکری (ذبح کرنا) لازم ہے۔

یاد رہے کہ رمی واجبات حج سے ہے اور واجب کا بلاعُذر قصداً ترک گُناہ ہے اور دَم دینے سے ترکِ واجب کی وجہ سے حج میں لازم آنے والا نقصان تو پورا ہو جاتا ہے لیکن اُس سے لازم آنے والا گُناہ تو اس کے لئے سچی توبہ کرنی ہوگی، خصوصاً رمی کہ جس کے معاملے میں بہت لوگ غیر محتاط ہیں، کچھ تو رمی ترک کرنے کی جسارت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم دَم دے دیں گے، اور کچھ اپنی خواتین اور دوسرے افراد کی رمی خود کر کے آ جاتے ہیں، نیابت کس صورت میں جائز ہے وہ اُس سے بے خبر ہوتے ہیں، دوسروں کے واجب ترک کرواتے ہیں اور ترک واجب گُناہ ہے، اس طرح وہ گُناہ میں دوسروں کے معاون بنتے ہیں، قرآن کریم میں ہے:

﴿وَ تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ﴾ (المائدة: ۵/۲)

ترجمہ: اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گُناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۳ ذو الحجة ۱٤۲۹ھ، ۱۱ دیسمبر ۲۰۰۸م F-491

حائضہ کا بوقتِ رُخصت کعبہ کی زیارت کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ عورت دورانِ حیض مسجد حرام میں کہاں تک جا سکتی ہے جیسا کہ علماء کرام نے لکھا ہے کہ حیض والی وقتِ

رُخصت حسرت بھری نگاہوں سے خانہ کعبہ کو دیکھے نیز صفا ومروہ پر جاسکتی ہے یا نہیں؟

(السائل: محمد فیاض از لبیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حالتِ حیض میں عورت کو مسجد میں داخل ہونا ممنوع ہے اور کعبہ معظّمہ کو دیکھنا ممنوع نہیں ہے اور اِس وقت مسجد حرام کے چند دروازے ایسے ہیں کہ جن سے کعبہ معظّمہ نظر آ جاتا ہے جیسے بابُ العُمر ہ اور باب عبدالعزیز وغیرہما۔

اسی لئے علماء کرام نے حیض والی عورت کے لئے لکھا ہے کہ وہ رُخصت کے وقت مسجدِ حرام کے کسی دروازے سے کعبہ معظّمہ کی زیارت کرے اور دعا مانگ کر رُخصت ہو چنانچہ مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

حائض ونفساء دروقت وداع از کعبہ درحال ارادہ خروج برائے سفر داخل نہ شود در مسجد بلکہ بایستد بر دروازہ مسجد ہر دروازہ کہ باشد باب خرورہ، وہوالأ فضل ودعا خواند بأمورِ خیر بہ الخ (حیــاۃ الـقـلوب فی زیـارت الـمـحبـوب، بـاب یـازدھـم، فـصـل چھارم دربیان کیفیت وداع علی الدحال، ص۲۲۹)

یعنی، حیض اور نفاس والی عورت کعبہ معظّمہ سے وداع ہوتے وقت جب وہ سفر پر نکلنے کا ارادہ کرلے مسجد میں داخل نہ ہو بلکہ وہ مسجد کے کسی بھی دروازے پر کھڑی ہو جائے، برابر ہے کہ باب خرورہ ہو اور وہ افضل ہے اور اُمورِ خیر کی دعا کرے۔

ایسی عورت صفا ومروہ دونوں پہاڑیوں اور مسعیٰ پر جاسکتی ہے کیونکہ مسعیٰ مسجد سے خارج ہے چنانچہ علامہ ابوالولید محمد بن عبداللہ احمد ازرقی متوفی ۲۵۰ھ لکھتے ہیں:

علامہ ازدی سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ ہم کتاب اللہ عزّ وجلّ میں پاتے ہیں کہ مسجد حرام کی حدّ خرورہ سے مسعیٰ تک ہے۔(أخبار مكة، باب ذكر غور زمزم و ما جاء في ذلك، ذكر حدّ مسجد الحرام، ۲/۶۳)

اور علامہ محمد بن اسحاق خوارزمی حنفی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

جان لیجئے کہ بیت اللہ مسجد حرام کے وسط میں ہے اور مسجدِ حرام مکہ معظّمہ کے وسط میں ہے اور صفا مشرق کی جانب مسجدِ حرام سے خارج اور مروہ اسی طرح جانبِ شمالی میں ہے۔(إثارة التّرغيب و التّشويق، القسم الأول، الفصل الخامس و الخمسون في ذكر ما جاء في بناء المسجد الحرام، ص۳۰۲)

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ۲۱ ذو القعده ۱٤۲۹ھ، ۱۹ نوفمبر ۲۰۰۸ م 474-F

بلا احرام مکہ پہنچنے والے حاجی کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جب ہم کراچی سے حج کے لئے روانہ ہوئے تو ہمارے ساتھ ایک خاتون ماہواری سے تھیں ماہواری کی وجہ سے اس نے احرام نہیں باندھا بلا احرام مکہ آ گئی اب اُس پر کیا لازم ہوگا؟

(السائل: محمد فرید بن حاجی مختار، لبیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یاد رہے کہ ماہواری احرام کو مانع نہیں ہے جو عورت ماہواری سے ہو اُسے چاہیئے کہ وہ اُسی حال میں احرام باندھ لے پھر مکہ معظّمہ پہنچ کر جب پاک ہو جائے تو غسل کرے، حج تمتع یا قران کا احرام ہو تو عمرہ ادا کرلے اور اگر حجِ افراد کا حج کا احرام ہو تو طوافِ قُدوم کرے اور مکہ پہنچ کر پاک ہونے تک حالتِ احرام میں رہے، جب پاک ہو جائے تب غسل کر کے عمرہ یا طوافِ قُدوم کرے۔

اب اس عورت پر لازم ہے کہ کسی بھی میقات پر جائے اور عمرہ کا احرام باندھ کر آئے

پاک ہوگئی ہوتو عمرہ ادا کرے ورنہ پاک ہونے کے بعد عمرہ ادا کرلے اوراُس پر میقات سے بغیر احرام گزرنے کی وجہ سے جو دَم لازم ہوا وہ ساقط ہو جائے گا اور بغیر احرام میقات سے گزرنے کا گُناہ باقی رہے گا جس کے لئے اُسے سچی توبہ کرنی ہوگی۔

کیونکہ میقات سے مراد وہ جگہ ہے جہاں سے مکہ جانے کا ارادہ رکھنے والے بلا احرام نہیں گزر سکتا چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

المواقيت: المواضعُ الّتي لا يُجاوزُها مُريدُ مكّةَ إلّا مُحرِماً (الدُّرُّ المختار، كتاب الحجّ، ص١٥٧)

یعنی، میقاتیں وہ جگہیں ہیں جہاں سے مکہ معظّمہ کا ارادہ رکھنے والا سوائے احرام کے نہیں گزر سکتا۔

اور اگر بلا احرام گزر گیا پھر احرام باندھنے کے لئے کسی میقات کو نہ گیا، پھر چاہے احرام باندھا یا نہ باندھا بہرحال اُس پر دَم لازم آجائے گا چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

آفاقيٌّ مسلمٌ بالغٌ يُريدُ الحجَّ و لو نفلاً و العمرةَ و جَاوَزَ وقتَه ثمَّ أحرمَ لزِمَه دمٌ كما إذا لم يُحرِم، ملخصاً (الدُّرُّ المختار، كتاب الحج، باب الجنايات، ص١٧٠، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٣هـ ٢٠٠٢م)

یعنی، آفاقی مسلمان بالغ حج اگر نفلی حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو اور وہ میقات سے گزر جائے پھر احرام باندھے تو اُسے دَم لازم ہوگا جیسا کہ اُسے دم لازم ہوگا جو احرام نہ باندھے۔

احرام نہ باندھنے کی صورت میں لزومِ دَم کے بارے میں علامہ رافعی لکھتے ہیں:

فإنّه يكونُ مشغولَ الذّمةِ بأحدِ النُّسُكين و دمَ المجاوزة (تقريرات الرّافعي على الدّرّ و الرّدّ، كتاب الحج، باب الجنايات، ٣/٧٠٤)

یعنی، بے شک اس کا ذمہ دو عبادتوں (حج وعمرہ) میں سے کسی ایک عبادت کے ساتھ مشغول ہو جاتا ہے اور (بلا احرام) میقات سے گزرنے کا دم۔

اور اگر وہ دوبارہ کسی بھی میقات پر چلا جاتا ہے تو دَم ساقط ہو جاتا ہے چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

فإنْ عَادَ إلى ميقاتٍ مّاثُمَّ أحرَمَ سَقَطَ دمُه و الأفضلُ عَودُهُ ملخصاً (الدّر المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، ص١٧١)

یعنی، پس اگر کسی بھی میقات کو لوٹا پھر (وہاں سے) سے احرام باندھا تو دَم ساقط ہو گیا اور افضل لوٹنا ہے۔

لہٰذا مذکورہ عورت پر کسی میقات پر جا کر احرام باندھ کر آئے اور پاک ہونے کے بعد عمرہ ادا کرے اور کسی میقات نہیں جا سکتی تو حُدودِ حرم سے باہر جا کر احرام باندھ کر آئے اور عمرہ ادا کرے اور ساتھ دم بھی دے اور دونوں صورتوں میں توبہ بھی کرے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم السبت، ٢٤ ذو القعده ١٤٢٩هـ، ٢٢نوفمبر ٢٠٠٨م 477-F

اُلٹا طواف کرنے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص کعبے کا اُلٹا طواف کرے یعنی وہ حجرِ اسود سے رُکنِ یمانی کی طرف کو پھیرے دے اِس طرح طواف کو مکمل کرلے تو اُس پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل:)

باسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: یاد رہے کہ طواف میں تیامن یعنی دائیں طرف کو چلنا طواف کے واجبات سے ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹھوی حنفی

متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں کہ

پنجم از واجبات تیامن است در طواف وہو الصحیح الأصح (حیات القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم در بیان طواف و انواع آن، فصل دویم دربیان شرائط صحۃ طواف، ص۱۱۹، مطبوعۃ: إدارۃ المعارف، کراتشی ۱۳۹۱ھ)

یعنی، طواف کے واجبات میں سے پانچواں واجب طواف میں تیامن ہے اور یہی صحیح، اصحّ ہے۔

تیامن سے مراد یہ ہے کہ بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونے کی صورت میں اُس کا چلنا اُس کے دائیں طرف کو ہو یعنی حجر اسود سے اُس سمت کو چلے جس طرف باب کعبہ اور مقام ابراہیم ہیں، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں کہ

و مراد بہ تیامن آن است کہ شروع کند طائف در طواف بوجہی کہ واقع گردد مشی او از جہت یمین نفس او اگر فرض کردہ شود او مستقبل قبلہ، و طریقش آنست کہ گرداند بیت را بسوئے یسار خود و میرود بسوئے روئے خود (حیات القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم در بیان طواف و انواع آن، فصل دویم دربیان شرائط صحۃ طواف، ص۱۱۹، مطبوعۃ: إدارۃ المعارف، کراتشی ۱۳۹۱ھ)

یعنی، دائیں طرف سے مراد یہ ہے کہ طواف کرنے والا طواف میں اِس طرح شروع ہو کہ فرض کرو اُس نے قبلہ کی طرف منہ کیا ہوا ہو تو اُس کا چلنا اُس کے دائیں طرف ہو، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ بیت اللہ کو اپنے بائیں ہاتھ پر رکھ کر اپنے منہ کی سیدھ میں چلے۔

اور علامہ عبدالعلی برجندی حنفی لکھتے ہیں:

و الحاصلُ أنّهُ ينبغي أن يَبتدِأَ بالحجر و يَمشي إلى الجانبِ البابِ بحيث يكونُ البيتُ في الطّوافِ على يساره (البرجندي

شرح المختصر الوقاية، كتاب الحجّ، تحت قوله: أخذًا عن يمينه إلخ، ۲۳٤/۱)

یعنی، حاصل کلام یہ ہے کہ اُسے چاہئے کہ وہ حجر اسود سے ابتداء کرے اور باب کعبہ کی جانب چلے اس طرح کہ طواف میں بیت اللہ شریف اُس کے بائیں ہاتھ پر ہو۔

اس لئے طواف میں حجرِ اسود سے رُکنِ یمانی کی طرف چلنے میں طواف کا منکوس یا معکوس ہونا پایا گیا جو کہ مکروہ تحریمی ہے جس میں اعادہ لازم آئے گا اعادہ نہ کرے تو دَم، چنانچہ امام ابوالفضل محمد بن محمد حاکم شہید لکھتے ہیں کہ

و في طوافِهِ منكوساً أو محمولاً أو طواف أكثره كذلك بغيرِ عذرٍ، الإعادةُ و إنْ كان هُناك، و شاةٌ إنْ كان رَجَعَ (المبسوط (في ضمن كتاب الأصل للإمام محمد)، كتاب المناسك، باب الطواف، ۳۳٤/۲، ۳۳٥، مطبوعة: عالم الكتب، بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۱۰هـ ۱۹۹۰م)

یعنی، اس کے منکوس، یا محمول طواف میں یا اس کے بلاعذر اس طرح اکثر طواف کرنے میں اعادہ ہے اگر وہاں (یعنی مکہ میں) ہو اور بکری ہے اگر لوٹ آئے۔

اور علامہ یوسف بن جنید اخی چلپی حنفی لکھتے ہیں:

إنّما قيّدَ الطّوافَ باليمينِ، لأنّه لو أخَذَ عن يسارِه و هو الطّوافُ المعكوسُ، فطافَ كذلك سبعةَ أشواطٍ يعتدُّ بطوافِهِ عندنا، و يُعيدُ ما دام بمكّة و إن رجَعَ إلى أهلِهِ قبلَ الإعادةِ فعليه دَمٌ (الذّخيرة العقبى، كتاب الحجّ، تحت قول النقاية: ثم أخذ عن يمينه، ص٤۹۸)

یعنی، طواف کو دائیں (طرف سے شروع کرنے) کے ساتھ مقید کیا ہے
کیونکہ اگر بائیں سے شروع کرے گا تو یہ طواف معکوس ہوگا پس اس
طرح (یعنی معکوس) سات چکر طواف کرلیا تو ہمارے نزدیک شمار ہوگا
اور جب تک مکہ مکرمہ میں ہے اس کا اعادہ کرے گا اور اگر اعادہ سے قبل
اپنے گھر کو لوٹ گیا تو اس پر دَم ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی لکھتے ہیں:

اگر طواف کرد بر غیر این وجہ چنانکہ طواف معکوس اعنی گردانید بیت را
بسوئے یمین خودمی رفت بسوئے ادئے خود............ در جمیع این صُوَر
مرتکب شد فعل حرام را وواجب باشد بروے اعادہ آن طواف و بر تقدیر
عدم اعادہ لازم آید دم بروے (حیات القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب
سیوم در بیان طواف و انواع آن، فصل دویم دربیان شرائط صحۃ طواف،
ص۱۱۹، مطبوعۃ: إدارۃ المعارف، کراتشی ۱۳۹۱ھ)

یعنی، اگر اِس وجہ کے غیر پر طواف کیا جیسا کہ طواف معکوس میری مراد
ہے کہ اس نے (طواف میں) بیت اللہ کو اپنے دائیں ہاتھ پر رکھا اور
اپنے منہ کی سیدھ میں چلا............ اِن تمام صورتوں میں وہ فعل حرام کا
مرتکب ہوا اور اُس پر اس طواف کا اعادہ لازم ہوگا اور اعادہ نہ کرنے کی
صورت میں اس پر دَم لازم آئے گا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ذوالحجۃ ۱٤۲۹ھ، دیسمبر ۲۰۰۸م . 671-F

طواف میں طہارت حکمیہ کی حیثیت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ طوافِ

زیارت، طواف وداع اور نفلی طواف میں طہارت حکمیہ کی کیا حیثیت ہے اگر ان میں طہارت
ترک ہوجائے تو کیا حکم ہے؟

(السائل: ابوطالب قادری، جمشید روڈ، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یاد رہے کہ حج میں طوافِ زیارت
فرض ہے، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

هـذا الطَّـوافُ هُـو المفرُوضُ فی الحجّ و هو رکنٌ فیه، إذ هو
الـمـأمُـورُ بـه فی قولِه تعالیٰ: ﴿وَ لْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ﴾
(الحج:۲۲/۲۹) و یُسمَّی طواف الإفاضۃِ و طواف یومِ النّحرِ
(الهدایة، کتاب الحجّ، باب الإحرام، ۱ـ۲/۱۸۰، مطبوعة: دار الأرقم،
بیروت)

یعنی، یہ طواف حج میں فرض ہے اور یہ اُس میں رُکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ
کے فرمان ''اور اُس آزاد گھر کا طواف کریں'' میں مأمور بہ ہے اور اس
کا نام طوافِ افاضہ اور طوافِ یوم نحر رکھا گیا ہے۔

اور حج میں طواف وداع آفاقی حاجی پر واجب ہے چنانچہ علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں:

و هُو واجبٌ عندنا خلافاً للشّافعی لقوله علیه السّلام: مَنْ حَجَّ
البَیْتَ فَلْیَکُنْ آخِرُ عَهْدِهِ بِالْبَیْتِ الطَّوَافُ إلَّا عَلٰی أهلِ مکّة۔
ملخصاً (الهدایة، کتاب الحجّ، باب الإحرام، ۱ـ۲/۱۸۲، ۱۸۳)

یعنی، اور وہ (طوافِ صدر) ہمارے نزدیک سوائے اہلِ مکہ کے (سب
پر) واجب ہے برخلاف امام شافعی کے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان
ہے ''جو بیت اللہ کا حج کرے اس کا بیت اللہ کے ساتھ آخری عہد طواف
ہونا چاہئے سوائے اہل مکہ کے'' (صحیح البخاری، کتاب الحجّ، باب
(۱٤٤) طواف الوداع، برقم: ۱۷۵۵، ۱/٤۳۱، بلفظ آخر۔ أیضاً صحیح

مسلم، کتاب الحجّ، باب (٦٧) وجوب طوافِ الوداع و سقوطه عن الحائض، برقم:٣١٩٨/٣٧٩-(١٣٢٧)، ص٦١٣، بلفظ آخر)۔

اور حافظ الدین ابوالبرکات علامہ عبداللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

و هو واجبٌ إلّا على أهلِ مكةَ (كنز الدّقائق، كتاب الحجّ، باب الإحرام، ص٢٨، المكتبة العصرية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٥هـ-٢٠٠٥م)

یعنی، اور وہ واجب ہے سوائے اہلِ مکہ کے۔

اور ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

فإنّه مِن الواجباتِ بلا خلفٍ (المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الجنايات، فصل لو طاف للزّيارة الخ، ص٣٨٦)

یعنی، پس طوافِ وداع بلاخلاف واجباتِ حج میں سے ہے۔

اور طواف میں طہارت (یعنی پاکیزگی) واجب ہے، چنانچہ علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں:

و لنا: قوله تعالىٰ: ﴿وَ لْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ﴾ (الحجّ:٢٢/٢٩) مِن غيرِ قيدِ الطّهارةِ فلم تكُن فرضاً، ثمّ قيل: هي سنّةٌ، و الأصحُّ: أنّها واجبةٌ (الهداية، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: و من طاف طواف القدوم إلخ، ١-٢/١٩٩)

یعنی، ہماری دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ''اور اس آزاد گھر کا طواف کریں'' طہارت کی قید کے بغیر ہے پس (طواف میں) طہارت فرض نہ ہوگی، پھر کہا گیا کہ طہارت سنّت ہے اور صحیح ترین قول یہ ہے کہ طہارت واجب ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

الأوّلُ الطّهارةُ عن الحَدثِ الأكبرِ و الأصغرِ (لُباب المناسك مع شرحه للقاري، باب دخول مكة، فصل في واجبات الطّواف، ص١٦٦، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ-١٩٩٨م)

یعنی، طواف کا پہلا واجب حدثِ اکبر اور حدثِ اصغر سے پاک ہونا ہے۔

مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و هُو الصّحيح من المذهبِ (المسلك المتقسط في المنسك المتوسّط، باب دخول مكة، فصل في واجبات الطّواف، ص١٦٧، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ-١٩٩٨م)

یعنی، (طہارت کا واجب ہونا) صحیح مذہب ہے۔

حدثِ اکبر سے پاک ہونا یہ ہے کہ اُس پر غُسل فرض نہ ہو اور حدثِ اصغر سے پاک ہونا یہ ہے کہ وہ بے وضو نہ ہو۔

جب طواف میں نجاست حکمیہ سے طہارت واجب ہے تو طہارت کے بغیر کیا ہوا طواف صحیح ہو جائے گا اور اِس طرح طواف کرنے والے پر اُس کا اعادہ یا شرعی جرمانہ لازم آئے گا اور وہ گُنہگار بھی ہوگا، چنانچہ ملّا علی قاری لکھتے ہیں:

ثمّ إذا ثبتَ أنَّ الطّهارةَ عن النّجاسةِ الحكميّةِ واجبةٌ، فلو طافَ معها يصحُّ عندنا و عند أحمدَ، و لم يحلَّ له ذلك و يكونُ عاصياً و يجبُ عليه الإعادةُ و الجزاءُ إن لم يُعِد، و هذا الحكمُ في كُلِّ واجبٍ تَرَكَه (المسلك المتقسط في المنسك المتوسّط، باب دخول مكة، فصل في واجباتِ الطّواف، ص١٦٧)

یعنی، پھر جب ثابت ہو گیا کہ (طواف میں) نجاست حکمیہ سے پاکی واجب ہے تو اگر نجاست حکمیہ کے ساتھ طواف کر لیا تو ہمارے امام (امام ابوحنیفہ) اور امام احمد کے نزدیک (طواف) صحیح ہو جائے گا اور اُس کے

لئے وہ (نجاستِ حکمیہ کے ساتھ طواف) حلال نہیں ہے اور وہ گنہگار ہو گا اور اس پر (اس طواف کا) اعادہ واجب ہوگا اور اگر اعادہ نہ کرے تو جزاء (واجب ہوگی) اور یہ حکم ہر واجب میں ہے (جسے) وہ ترک کرے۔

لہٰذا حدثِ اکبر اور حدثِ اصغر میں فرق کی وجہ سے اگر بے وضو طوافِ زیارت کیا تو ''دَم'' لازم ہوگا اور غسل فرض ہونے کی صورت میں طوافِ زیارت کیا تو ''بدنہ'' لازم ہو گا چنانچہ علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں:

و لَو طافَ طوافَ الزّيارةِ مُحدِثًا فعليه شاةٌ لأنّه أدخَلَ النّقصَ فی الرُّكنِ فيُجبَرُ بالدَّم، و إن كان جُنباً فعليه بَدَنَةٌ، كذا رُوِی عن ابن عباسٍ رضی الله تعالیٰ عنهما: و لأنَّ الجنابةَ أغلظُ من الحَدَثِ فيجب جَبرُ نقصانِها بالبَدَنَةِ إظهاراً للتّفاوُتِ (الهداية، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل من طاف طواف القدوم الخ، ۱_۲/۱۹۹)

یعنی، اگر بے وضو طوافِ زیارت کیا تو اُس پر (بطورِ دَم) ''بکری'' لازم ہے کیونکہ اُس نے (حج کے) رُکن میں نقص کو داخل کر دیا پس (اِس نقص کو) دَم کے ساتھ پورا کیا جائے گا اور جُنبی ہے (یعنی اس پر غسل فرض ہے) تو اُس پر ''بَدنہ'' (گائے یا اونٹ) لازم ہے، اِسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے اور اس لئے کہ جنابت حَدَث (بے وضو ہونے) سے زیادہ غلیظ ہے، پس (دونوں حکمی نجاستوں میں) فرق کے اظہار کے لئے اِس کا نقصان بَدنہ کے ساتھ پورا کرنا واجب ہے۔

طوافِ وداع کا حکم یہ ہے کہ اگر بے وضو کیا تو صدقہ لازم ہوگا اور اگر حالتِ جنابت میں کیا تو دَم چنانچہ علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

و مَن طافَ طوافَ الصَّدرِ مُحدِثاً فعليه صدقةٌ لأنه دون طوافِ الزّيارةِ و إنْ كان واجباً فلا بُدّ مِن إظهارِ التَّفاوُتِ، و لو طافَ جُنباً فعليه شاةٌ لأنّه نقصٌ كثيرٌ ثُمّ هو دون طوافِ الزّيارة فَيكتفی بالشّاةِ (الهداية، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل من طاف طواف القدوم الخ، ۱_۲/۱۹۹)

یعنی، جس نے بے وضو طوافِ وداع کیا اُس پر ''صدقہ'' لازم ہے کیونکہ یہ (طواف مرتبے میں) طوافِ زیارت سے کم ہے اگرچہ واجب ہے تو (واجب اور فرض میں) تفاوت ظاہر کرنا ضروری ہے اور اگر حالتِ جنابت میں کیا تو اس پر (بطورِ دَم) ''بکری'' لازم ہے کیونکہ (یہاں) نقص کثیر ہے پھر یہ (طواف) طوافِ زیارت سے (مرتبہ میں) کم ہے تو بکری کافی ہے۔

اور اگر طوافِ زیارت کا اپنے وقت میں اعادہ کر لے تو ''بدنہ'' یا ''دَم'' جو بھی لازم ہوا وہ ساقط ہو جائے گا اور اعادہ افضل ہے، چنانچہ علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں:

و الأفضلُ أن يُعيدَ الطّوافَ ما دامَ بمكّة و لا ذبحَ عليه، و الأصحُّ أنه يُؤمرُ بالإعادة فی الحَدَثِ استحباباً، و فی الجنابةِ ايجاباً لفحشِ النُّقصانِ بسببِ الجنابةِ و قُصورِهِ بسببِ الحَدَثِ (الهداية، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل و من طاف طوافَ القدوم الخ، ۱_۲/۱۹۹)

یعنی، اور افضل یہ ہے کہ جب تک مکہ مکرمہ میں ہے طواف کا اعادہ کرے اور اس پر (جانور) ذبح کرنا لازم نہیں ہے، صحیح ترین قول یہ ہے کہ حدیث میں اُسے استحباباً اعادہ کا حکم دیا جائے گا اور جنابت میں وجوباً کیونکہ جنابت کے سبب (طواف میں) نقصان فاحش ہے اور حدث

کے سبب (طواف میں) نقصان کم ہے۔

پھر اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ طوافِ زیارت ایامِ نحر میں (یعنی دس ذوالحجہ سے بارہ کے غروبِ آفتاب سے قبل) ادا کرنا واجب ہے، چنانچہ علامہ محمد بن عبداللہ بن احمد عزّی تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ طواف کے واجبات کے بیان میں لکھتے ہیں:

و فعلَ طوافِ الإفاضةِ في أيّامِ النَّحر (تنوير الأبصار، كتاب الحجّ، ص۱۵۷، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۲۳هـ۔ ۲۰۰۲م)

یعنی، طوافِ افاضہ ایامِ نحر میں کرنا (واجب ہے)۔

لہٰذا اگر کوئی اِس کا اعادہ ایامِ نحر میں کر لے تو اُس پر جو جزاء لازم آئی وہ ساقط ہو جائے گی اور اگر ان ایام کے بعد اعادہ کیا تو تاخیر کی وجہ سے دَم لازم آئے گا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۱۸ ذوالقعدة ۱٤۳۱ھ، ۲۷ اکتوبر ۲۰۱۰م F-672

بے وضو یا حالتِ جنابت کے لئے نفلی طواف کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ نفلی طواف اگر حالتِ جنابت یا بے وضو کر لیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے، کیا اس کا حکم واجب طواف کی مثل ہے یا الگ ہے، تفصیل سے جواب عنایت فرما کر مشکور ہوں۔

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اِن اُمور میں نفلی طواف کا حکم وہی ہے جو واجب طواف کا ہے کہ حالتِ جنابت میں کیا تو دَم اور بے وضو کیا تو صدقہ لازم ہو گا کیونکہ نفلی طواف شروع کرنے سے قبل نفل ہوتا ہے جب شروع کر دیا تو اب واجب ہو گیا اسی لئے اس کا حکم بھی وہی ہے جو واجب طواف کا ہے چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی

حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں کہ:

أنّ الحكمَ كذالك في كُلِّ طوافٍ هُو تطوُّعٌ، فيجبُ الدَّمُ لو طافَهُ جُنباً، و الصَّدقةُ لو مُحدِثًا كما في "الشرنبلاليّة" عن "الزّيلعيّ" (رَدُّ المحتار على الدُّرّ المختار، باب الجنايات، تحت قوله: لوُجوبه بالشُّروع إلخ، ۳/٦٦۱، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۲۰هـ۔ ۲۰۰۰م)

یعنی، بے شک اسی طرح حکم ہر طواف میں ہے جو نفلی ہو، پس اگر حالتِ جنابت میں طواف کیا تو دَم واجب ہے اور بے وضو کیا تو صدقہ جیسا کہ "شرنبلالیہ" (غنية ذوي الأحكام في بغية دُرَرِ الحُكّام، كتاب الحجّ، باب الجنايات، ۱/۲٤۲، مطبوعة: مطبعة أحمد كامل الكائنة في دار السّعادة، ۱۳۲۹هـ) میں "زیلعی" (تبيين الحقائق، كتاب الحجّ، باب الجنايات، ۲/۳٦۹، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ۱٤۲۰هـ۔ ۲۰۰۰م) کے حوالے سے ہے۔

اور نفلی طواف پر واجب طواف والے احکامات اس لئے لازم ہوئے کہ یہ طواف شروع کرنے سے قبل نفل تھا جب شروع کر دیا تو واجب ہو گیا جیسا کہ طوافِ قُدوم سنّت ہے لیکن شروع کرنے سے واجب ہو جاتا ہے اور اس کے احکام وہی ہوتے ہیں جو واجب طواف کے لئے ہوتے ہیں چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ "تنویر الابصار" کی عبارت "طوافِ قُدوم حالتِ جنابت میں کیا تو دَم لازم ہے" کے تحت لکھتے ہیں:

لوُجوبه بالشّروعِ (الدُّرُّ المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قوله: أو طاف للقدوم، ص۱٦۷، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۲۳هـ۔ ۲۰۰۲م)

یعنی، اس کے شروع کرنے سے واجب ہو جانے کی وجہ سے۔

اور مطلق طواف میں طہارت واجباتِ طواف سے ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم بن عبد الغفور ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ واجباتِ طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

یکے طہارت بدن از نجاست حکمیہ برابر است طواف فرض باشد یا غیر آن ملخصاً (حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب دویم، فصل دویم، أما واجبات طواف، ص۱۱۸)

یعنی، طواف کا پہلا واجب بدن کا نجاست حکمی سے پاک ہونا ہے برابر ہے کہ طواف فرض ہو یا اُس کا غیر (یعنی واجب یا سنّت یا نفل ہو)

اور ترکِ واجب سے مُرتکب گُنہگار قرار پاتا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

یَصیرُ عاصیاً أی: لِترکِ الواجبِ (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل فی حکم الجنایات فی طوافِ الزّیارۃ، ص۳۸۱)

یعنی، مرتکب گُنہگار ہو جاتا ہے یعنی ترک واجب کی وجہ سے۔

ایسی صورت میں پہلے اعادہ کا حکم دیا جاتا ہے، اعادہ کر لے تو اگر دَم لازم تھا تو وہ ساقط ہو جاتا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

فإنْ أعادَہ سَقَطَ عنه الدَّمُ (لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الجنایات، فصل فی حکم الجنایات فی طواف الزّیارۃ، ص۲۸۳)

یعنی، پس اگر اعادہ کر لے تو دَم ساقط ہو گیا۔

اور اگر صدقہ لازم تھا تو اعادہ سے وہ بھی ساقط ہو جاتا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور ملا علی قاری لکھتے ہیں:

و إن أَعادَہ سقطتْ أی: الصَّدقۃُ (لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الجنایات، فصل فی حکم الجنایات فی طوافِ الزّیارۃ، ص۲۸۳)

یعنی، اگر اس کا اعادہ کر لے تو صدقہ ساقط ہو گیا۔

اور اعادہ کفّارے کو تو ساقط کر دیتا ہے لیکن گُناہ باقی رہتا ہے چنانچہ ملا علی قاری نے ''لباب'' کی عبارت کہ ''اگر اعادہ کر لیا تو صدقہ ساقط ہو گیا'' کے تحت لکھا کہ

و بَقِیَتِ المعصِیّۃُ (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل فی حکم الجنایات فی طواف الزّیارۃ، ص۳۸۳)

یعنی، اور گُناہ باقی رہتا ہے۔

اور دوسرے مقام پر کفّارہ ادا کرنے کے بعد بھی گُناہ کے باقی رہنے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و أمّا المعصِیّۃُ فموقُوفۃٌ علی التّوبۃ أو معلّقۃٌ بالمشیئۃِ و لو کُفِّرت بالبَدَنَۃِ (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل فی حکم الجنایات فی طواف الزیارۃ، ص۳۸۲)

یعنی، مگر گُناہ تو وہ توبہ پر موقوف ہے، یا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر معلّق ہے اگرچہ بدنہ کے ساتھ کفّارہ دے دے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

لکنّ العامدَ آثم (لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب فرائض الحج، فصل فی واجباته، ص۸۰)

یعنی، لیکن قصداً ترک کرنے والا گنہگار ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی نے لکھا کہ اگر قصداً ترکِ واجب پایا گیا تو گُناہ لازم آئے گا چنانچہ لکھتے ہیں کہ

حکم واجبات آنست کہ اگر ترک کرد یکے از آنہا صحیح باشد حج او و لازم آید بروئے دم یا صدقہ برابر ست ترک کردہ باشد آن را عمداً یا سہواً یا نسیاناً یا خطاءً یا جہلاً لیکن چون ترک کرد بطریق تعمد آثم باشد اگر چہ دم دہد و مرتفع

نگردد آن اثم بغیر توبہ (حیات القلوب فی زیارة المحبوب، مقدمة الرسالة، فصل سیوم، در بیان فرائض و واجبات الخ، ص٤٤)

یعنی، واجبات کا حکم یہ ہے کہ اُن میں سے اگر کوئی ایک چھوڑ دیا تو حج صحیح ہو جائے گا اور (چند واجبات کے علاوہ باقی تمام کے ترک کرنے کی صورت) اُس پر دَم یا صدقہ لازم آئے گا برابر ہے کہ اُس نے عمداً یا سہواً یا نسیاناً یا خطاءً یا جہلاً اُسے ترک کیا ہو لیکن عمداً چھوڑا ہے تو گُنہگار ہے اگرچہ دَم دے دے اور اس کا گُناہ بغیر توبہ کے نہ اُٹھے گا۔

لہٰذا واجب کسی طرح بھی ترک ہو چاہئے کہ توبہ کر لے کہ اسی میں احتیاط ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ٣ ذوالحجة١٤٢٩ھ، ١ دیسمبر ٢٠٠٨م 668-F

بے وضو یا حالت جنابت میں طوافِ زیارت یا وداع کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص اگر بے وضو طوافِ زیارت کر لے پھر طوافِ وداع باوضو کرے یا طوافِ زیارت بے وضو کرے اور طوافِ وداع غسل کی حالت میں کرے تو دونوں صورتوں میں اُس پر کیا لازم ہوگا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: جس نے طوافِ زیارت بے وضو کیا اور طوافِ وداع باوضو کیا اس نے طوافِ وداع اگر بارہ ذوالحجہ کو غروب آفتاب سے قبل ادا کیا تو اُس کا دوسرا طواف طوافِ زیارت ہوگا پھر اُس کے بعد اگر کوئی اور طواف کر لیتا ہے تو وہ طوافِ وداع ہو جائے گا اور اگر نہیں کرتا اور مکہ مکرمہ چلا جاتا ہے تو اُسے ایک دَم لازم آئے گا کیونکہ جسے وہ طوافِ وداع سمجھ رہا ہے وہ تو طوافِ زیارت ہو گیا اور وہ بغیر طوافِ وداع کئے چلا گیا اور طوافِ وداع آفاقی کے لئے واجب ہے جیسا کہ کہ حافظ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد

نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

فطُف للصّدر سبعة أشواطٍ و هو واجبٌ إلّا علی أهلِ مکّةَ (کنز الدّقائق، کتاب الحجّ، باب الإحرام، ص٢٨، مطبوعة: المکتبة العصریة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٥ھ۔ ٢٠٠٥م)

یعنی، پس سات چکر طواف کر اور وہ واجب ہے سوائے اہلِ مکہ کے۔

اور ملا علی قاری لکھتے ہیں:

فإنّه من الواجباتِ بلا خلفٍ (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل و لو طاف للزّیارة جنباً، ص٣٨٦)

یعنی، پس طوافِ وداع بلا خلاف واجبات (حج) سے ہے۔

لہٰذا جب وہ طوافِ وداع کئے بغیر چلا گیا تو ترکِ واجب لازم آیا اور ترکِ واجب پر دَم لازم آتا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور اُن کے حوالے سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نقل کرتے ہیں کہ:

و إنْ طَافَ للزّیارة مُحدِثًا و للصّدرِ طاهراً، فإنْ حصَلَ الصَّدرُ فی أیّام النَّحر انتقَلَ إلی الزِّیارةِ، ثمَّ إنْ طَافَ للصّدر ثانیاً فلا شیءٌ علیه، و إلّا فعلیه دَمٌ لترکِه (لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الجنایات، فصل: و لو طاف للزّیارة جنباً، ص٣٨٦، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٨م)(ردّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الحجّ، باب الجنایات، تحت قوله: إن لم یُعِده، ٣/٦٦٢، مطبوعة: دار المعرفة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٠ھ۔ ٢٠٠٠م)

یعنی، اگر طوافِ زیارت بے وضو کیا اور طوافِ وداع پاکی کی حالت میں، پس اگر طوافِ وداع ایامِ نحر میں کیا تو یہ طوافِ طوافِ زیارت کی طرف منتقل ہو جائے گا، پھر اگر طوافِ وداع دوبارہ کر لیا تو اُس پر کچھ

نہیں ورنہ اُس پر طواف وداع چھوڑنے کی وجہ سے دَم ہے (کہ وہ طوافِ وداع کئے بغیر چلا گیا)

اُس نے اگر کوئی نفل طواف کرلیا تو وہ نفل طواف طوافِ وداع ہو جائے گا اور اُس پر کوئی دَم لازم نہ ہوگا چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

كذا لو طاف طواف النَّفلِ (المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الجنايات، فصل لو طاف للزيارة جنباً، ص٣٨٦، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ ١٩٩٨م)

یعنی، اس طرح اگر کوئی نفلی طواف کرلیا (تو اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا)۔

اور اگر اس نے طوافِ وداع ایام نحر یعنی بارہ کے غروب آفتاب کے بعد کیا تو یہ طواف طوافِ زیارت کی طرف منتقل نہ ہوگا اَب اُس پر بے وضو طوافِ زیارت کرنے کی وجہ سے دَم لازم رہے گا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ شامی نقل کرتے ہیں کہ:

و إن حصَلَ بعد أيّامِ النَّحرِ لا ينتقِلُ، و عليه دَمٌ لطوافِ الزِّيارة مُحدِثاً (لُباب المناسك مع شرحه للقاري، باب الجنايات، فصل: و لو طاف للزّيارة جنباً، ص٣٨٦، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ ١٩٩٨م) (رَدُّ المحتار على الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قوله: إن لم يُعده، ٣/٦٦٢، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ ٢٠٠٠م)

یعنی، اور اگر طوافِ وداع ایام نحر گزرنے کے بعد کیا تو طوافِ وداع طوافِ زیارت کی طرف منتقل نہیں ہوگا تو اُس پر بے وضو طوافِ زیارت کرنے کی وجہ سے دَم لازم ہوگا۔

اور سوال کی دوسری صورت میں جب اُس نے طوافِ زیارت بے وضو کیا اور طوافِ وداع حالتِ جنابت میں، تو اُس پر دو دَم لازم آئیں گے ایک بے وضو طوافِ زیارت کرنے

پر، دوسرا طوافِ وداع حالتِ جنابت میں کرنے پر، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ شامی نقل کرتے ہیں کہ:

و لو طافَ للزِّيارةِ مُحدِثًا و للصَّدرِ جُنبًا فعليه دَمَانِ (لباب المناسك مع شرحه للقاري، باب الجنايات، فصل: و لو طاف للزّيارة جنباً، ص٣٨٦، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ ١٩٩٨م) (رَدُّ المحتار على الدُّرِّ المحتار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قوله: إن لم يُعده، ٣/٦٦٢، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ ٢٠٠٠م)

یعنی، اور اگر بے وضو طوافِ زیارت کیا اور طوافِ وداع حالتِ جنابت میں کیا تو اس پر دو دَم لازم ہیں۔

اِس دوسری صورت میں حالتِ جنابت میں طوافِ وداع کرنے کے بعد اگر اس کا اعادہ کرلے تو دوسرا دَم جو طوافِ وداع حالتِ جنابت میں کرنے پر لازم آیا وہ ساقط ہو جائے گا اگرچہ اُس نے اس کے بعد نفل کی نیت سے ہی طواف کیا تو اُس طواف کا اعادہ ہو جائے گا جو اُس نے حالتِ جنابت میں کیا تھا اور یہ حکم اس وقت تک ہے جب تک وہ مکہ مکرمہ میں ہے اگر اعادہ کئے بغیر چلا گیا اور میقات سے نکل گیا تو اب دوسرا دَم متعین ہو گیا کہ اب طوافِ وداع کے اعادہ کا وقت جاتا رہا۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الثلاثاء، ١٨ذو الحجة ١٤٢٩هـ، ١٦ديسمبر ٢٠٠٨م 496-F

طہر متخلّل میں کئے گئے نفلی طوافوں کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کو ماہواری آئی اور چند دن کے بعد بند ہوگئی اور اُس نے غسل کے بعد نماز شروع کردی

اورطواف بھی کیے ایک آدھ دن گزرنے کے بعد دس دن کے اندراُسے دوبارہ ماہواری شروع ہوگئی تو اِس صورت میں کیا حکم ہے؟

(السائل:شکیل علی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: ماہواری کی کم ازکم مدت تین دن تین راتیں ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن دس راتیں ہیں چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

أقلُّه ثلاثة أيّامٍ بلَيَالِيْها الثّلاثِ و أكثرُ عشرة بعشر ليالٍ كذا رواه "الدّار قطنی" (سُنَن الدّار قطنی، کتاب الحیض، برقم:۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۱ـ۲/۲۱۷، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولٰی ۱٤۱۷هـ ـ ۱۹۹٦م) وغيره ملخصاً (الدّر المختار، کتاب الطّهارة، باب الحَیضِ، ص٤۳، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولٰی ۱٤۲۳هـ ـ ۲۰۰۲م)

یعنی، اُس کے کم ازکم تین دن ساتھ تین راتوں کے اوراس کے زیادہ سے زیادہ دس دن ساتھ دس راتوں کے ہیں، اسی طرح ''دارقطنی'' وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

اورعورت عادت کے ایام میں جوبھی دیکھے گی وہ ماہواری میں شمار ہوگی سوائے خالص سفیدی کے اگرچہ اس مدّت میں کبھی خون آئے اورکبھی نہ آئے پوری مدّت ماہواری ہی شمار کی جائے گی کیونکہ اول اورآخرکو دیکھا جائے گا، مدّت معتاد کے اندرابتداء میں بھی ماہواری اورآخر میں ماہواری بیچ میں چاہے ماہواری نہ ہوکُل مدّت ماہواری کہلائے گی اورمدّت کے اندرکہ جس کے دونوں جانب ماہواری ہوبیچ کے خالی ایام کوطہر متخلّل کہتے ہیں چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

و مَا تراهُ فی مدّتِه المعتَادةِ سِوی بیاضٍ خالصٍ و لو المرئی

طُهراً متخلِّلاً بين الدَّمَين فيها حيضٌ لأنَّ العِبرةَ لِأوَّلِه و آخِره و عليه المُتُونُ (الدُّرُّ المختار، کتاب الطّهارة، باب الحیض، ص٤٤)

یعنی، اورعورت عادت کے دنوں میں سوائے خالص سفیدی کے جو دیکھے گی (وہ ماہواری میں شمار ہوگا) اگرچہ اِس مدت میں دوخونوں کے درمیان طُہر متخلّل ہوحیض ہے، اِس لئے کہ اعتبار اول اورآخر کا ہوتا ہے اوراِسی پرمتون (فقہ متفق) ہیں۔

لہٰذا مدّت معتاد میں اول اورآخر کا اعتبار کرتے ہوئے کُل مدّت کہ جس میں ماہواری جاری تھی اور بیچ کا وہ زمانہ کہ جس میں ماہواری رُکی رہی سب ماہواری قرار پائی بشرطیکہ ماہواری دوبارآ کردس دن کے اندرختم ہوگئی ہوتو اِس صورت میں اُس عورت کا طواف حالتِ ماہواری میں واقع ہوگا، لہٰذا جب تک مکہ مکرمہ میں ہے اُن سب کا اعادہ کرلے۔

اوراعادہ نہیں کرتی اور مکہ سے اپنے وطن کو چلی گئی تو دَم لازم ہوگا کیونکہ ماہواری جنابت کی مثل ہے (جیسا کہ علامہ ابومنصورکرمانی حنفی نے "المسالك المناسك" (فصل فی كفّارة الجنابة فی الطّواف، ۲/۷۸۵) میں لکھا ہے) یعنی جوحکم حالتِ جنابت میں طواف کرنے کا ہے وہی حکم حالتِ ماہواری میں طواف کا ہےاورپھرنفلی طواف کا ان معاملات میں وہی حکم ہے جوواجب طواف کا ہے کیونکہ نفل شروع کرنے سے قبل نفل ہوتا ہے، جب شروع کردیا تو واجب ہوگیا جیسا کہ ''در مختار'' (الدُّرّ المختار، کتاب الحجّ، باب الجنایات، تحت قوله: أو طاف للقدوم، ص١٦٧) میں اس کی تصریح موجودہ ہے کہ ہرطواف میں نجاست حکمیہ سے پاکیزگی واجب ہےاورمخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ طواف کے واجبات کاذکرکرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یکے طہارت بدن ازنجاست حکمیہ، برابراست طواف فرض باشد یاغیر آن (حیلة القلوب فی زیارة المحبوب، باب دویم، فصل دویم، ص١١٨، مطبوعة: إدارة المعارف، کراتشی ١٣٩١هـ)

یعنی، طواف کا پہلا واجب بدن کا نجاست حکمیہ سے پاک ہونا ہے،

برابر ہے کہ طواف فرض ہو یا غیر فرض (جیسے واجب، سنت اور نفل)۔

اس لئے حالتِ جنابت یا ماہواری میں طواف کرنے سے اعادہ لازم آتا ہے اعادہ نہ کرے تو دَم چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

أنَّ الحکمَ کذلك فی کلِّ طوافٍ ھو تطوُّعٌ، فیجبُ الدَّمُ لو طافَه جنباً، و الصَّدَقَةُ لو مُحدِثاً کما فی "الشّرنبلالیَّة" عن "الزّیلعی" (رَدُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، باب الجنایات، تحت قوله: لوُجوبه بالشّروع إلخ، ۶۶۱/۳، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱٤۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م)

یعنی، اِسی طرح حکم ہر طواف میں ہے جو نفلی ہو، پس اگر حالتِ جنابت (یا حالت ماہواری) میں طواف کیا تو دَم واجب ہے اور بے وضو کیا تو صدقہ جیسا کہ "شرنبلالیہ" (غنیة ذوی الأحکام فی بغیة دُرَرِ الحکّام، کتاب الحج، باب الجنایات، ۲٤۲/۱، مطبوعة: مطبعة أحمد کامل الکائنة فی دار السّعادة، ۱۳۲۹ھ) میں "زیلعی" (تبیین الحقائق، کتاب الحج، باب الجنایات، ۳۶۹/۲، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ۱٤۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م) کے حوالے سے ہے۔

اور ماہواری کی حالت میں حالتِ جنابت میں اور بے وضو طواف کرنا گناہ ہے اور نفلی کام کا حکم یہ ہے کہ کرے تو ثواب، نہ کرے تو کوئی گناہ نہیں، اس لئے عورتوں کو چاہئے کہ ایسے حالات میں احتیاط سے کام لیں۔

اور اگر ماہواری کے ایام میں دوسری بار شروع ہونے والا خون دس دن سے زائد ہو جائے تو پھر پہلی بار ماہواری آئی ہے تو دس دن تک ماہواری اور زائد استحاضہ کہلاتا ہے، چنانچہ امام شمس الدین احمد بن سلیمان ابن کمال باشا حنفی متوفی ۹۴۰ھ لکھتے ہیں:

المبتَدَأةُ بلَغتْ مُستحاضةً، فحَیضُها مِن کُلِّ شھرٍ عَشَرةُ أیّامٍ و

ما زادَ علیها استحاضةٌ (الإیضاح فی شرح الإصلاح، کتاب الطّهارات، باب الحیض، ۷٤/۱، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱٤۲۸ھ۔ ۲۰۰۷م)

یعنی، مبتدۂ حالتِ استحاضہ میں بالغ ہوئی تو اُس کی ماہواری ہر ماہ کے دس دن ہیں اور جو اُن پر زائد ہو وہ استحاضہ ہے۔

اور اگر پہلی بار نہیں آئی تو عادت کے دنوں سے زائد جتنے دن خون آیا وہ استحاضہ قرار پائے گا، چنانچہ علامہ ابن کمال پاشا حنفی لکھتے ہیں:

إذا کانت لها عادةٌ فی الحیضِ، فرضُناها سبعةً فرأتِ الدَّمَ اثْنَی عَشَرَ یوماً، فخمسةُ أیامٍ بعد السّبعةِ استحاضةٌ (الإیضاح فی شرح الإصلاح، کتاب الطّهارات، باب الحیض، ۷٤/۱، ۷۵، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱٤۲۸ھ۔ ۲۰۰۷م)

یعنی، جب اُس کی حیض میں عادت ہے اور ہم فرض کریں کہ عادت سات دن ہے پھر اُس نے بارہ دن حیض دیکھا تو سات کے بعد جو پانچ دن ہیں وہ استحاضہ ہے۔

اور استحاضہ کا حکم دائمی نکسیر وغیرہ کی مثل ہے کہ جس میں نماز، روزہ، طواف وغیرہا کچھ بھی ممنوع نہیں ہے، چنانچہ علامہ سید احمد بن محمد بن احمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

و لا تُمَنعُ عن الطّوافِ إذَا أمِنَتُ مِن اللّوثِ "قهستانی" عن "الخزانة" (حاشیة الطّحطاوی علی الدُّرِّ المختار، کتاب الطّهارة، باب الحیضِ، تحت قوله: لا یمنعُ صوماً إلخ، ۱۵۲/۱، مطبوعة: دار المعرفة، بیروت ۱۳۹۵ھ۔ ۱۹۷۵م)

یعنی، عورت کو طواف سے نہیں روکا جائے گا، جب وہ مسجد کے آلودہ ہونے سے امن رکھتی ہو۔ (جیسا کہ) "قهستانی" (جامع الرّموز، کتاب

الطّهارت، باب الحيض، ١/٥٧، مطبوعة: ايج ايم سعيد كمبنى، كراتشى)

(میں) ''خزانہ'' (کے حوالے سے) مذکور ہے۔

لہٰذا اگر دوسری صورت ہو تو کچھ بھی لازم نہیں ہوگا نہ اعادہ اور نہ کفّارہ، اس صورت میں شرع کا ایک ہی حکم ہے وہ یہ کہ مسجد کو آلودہ ہونے سے بچانا، تو اس کے لئے مستحاضہ کو احتیاطی تدابیر اختیار کرنا لازم ہوں گی کہ جن سے مسجد آلودہ ہونے سے محفوظ رہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الأحد، ١٦ذو الحجة ١٤٢٩ھ، ١٤ديسمبر٢٠٠٨م 494-F

طواف میں نجاست حقیقیہ سے پاکیزگی حاصل کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ بسا اوقات طواف کرنے والا بے خبر ہوتا ہے اور اُس کے جسم یا کپڑوں پر کوئی ناپاک چیز لگی ہوتی ہے یعنی اس کے کپڑے یا بدن ناپاک ہوتا ہے اور وہ طواف کر لیتا ہے بعد میں اُسے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے جسم یا کپڑوں پر کوئی ناپاک چیز لگی ہوئی تھی جو ایک درہم کی مقدار سے زائد تھی، اِس صورت میں اُس کے طواف کا کیا حکم ہوگا؟

(السائل: ریحان ابوبکر، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں طواف درست ہو جائے گا اور کچھ کفّارہ بھی لازم نہیں آئے گا سوائے اس کے کہ اُس نے بُرا کیا کہ اُس کے بدن یا کپڑوں پر نجاست تھی اور اُسی کے ساتھ طواف کر لیا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لو طافَ فرضاً أو واجباً أو نفلاً و عليه: أي على ثوبِه أو بدنِه نجاسةً أكثر مِن قدرِ الدّرهمِ كره: أي: لتركِهِ السُّنَّةَ في مراعاةِ الطّهارةِ و لا شيءَ عليه: أي: مِن الدَّمِ و الصَّدقةِ، و هذا قولُ

العامّة، و هُو الموافق لِمَا في "ظاهرِ الرِّوايَةِ" كما صرَّح في "البدائع" وغيره: أن الطَّهارةَ عن النّجاسةِ ليس بواجبٍ، فلا يجبُ شيءٌ لتركِها سِوى الإساءةِ

أمّا ما في "منسك الفارسيّ": يكرَهُ استعمال النَّجاسةِ أكثر مِن قدرِ الدِّرهم و الأقلّ لا يكره، فمحلُّ بحثٍ إذا الظّاهرُ أنّه يكرُه مطلقاً على تفاوُتِ الكراهةِ بينَ كثرةِ النّجاسةِ و القِلَّةِ، و هذا لا يُنافِي أنَّ القَدرَ القليلَ معفوٌّ (المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الجنايات، فصل و لو طاف الخ، ص٣٩٢، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٨م)

یعنی، اگر فرض یا واجب یا نفلی طواف اِس حال میں کیا کہ اُس کے کپڑے یا بدن پر ایک درہم کی مقدار سے زائد نجاست تھی تو مکروہ ہے یعنی طہارت کی رعایت میں سنّت کو ترک کرنے کی وجہ سے (مکروہ ہے) اور اُس پر دَم اور صدقہ سے کچھ لازم نہیں اور یہ عام فقہاء کا قول ہے اور یہی اُس کے موافق ہے جو ''ظاہر الروایۃ'' میں ہے جیسا کہ ''بدائع الصنائع'' (بدائع الصنائع، كتاب الحجّ، فصل في شرط طواف الزّيارة و واجباته، ٣/٧١، ٧٢، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨ھ۔ ١٩٩٧م) وغیرہ میں تصریح فرمائی کہ (طواف میں) نجاست سے پاکی واجب نہیں ہے لہٰذا اُس کے ترک پر سوائے اسائت کے کچھ لازم نہ ہوگا۔

مگر جو ''منسک فارسی'' میں ہے کہ ایک درہم کی مقدار سے زائد نجاست کا استعمال مکروہ ہے اور (اس سے) کم مکروہ نہیں ہے، پس (یہ قول) محلِّ بحث ہے کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ وہ کثرتِ نجاست اور قلتِ نجاست کے مابین کراہت کے تفاوت پر مطلقاً مکروہ ہے اور یہ اس

کے منافی نہیں ہے کہ قلیل مقدار معاف ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم بن عبد الغفور ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اما طہارت بدن وثیاب ملبوس ومکان طواف از نجاست حقیقیہ پس آن واجب ست علی احد الرّ وایتین و روایت دیگر آنست کہ طہارت از نجاست حقیقیہ سنّت مؤکدہ است وعلیہا اکثر العلماء (حیلۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم در بیان طواف إلخ، فصل دویم در بیان شرائط صحۃ طواف، أما واجبات طواف، ص۱۱۸)

یعنی، مگر بدن، پہنے ہوئے کپڑوں اور طواف کی جگہ کا نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا پس وہ دو روایات میں سے ایک روایت کے مطابق واجب ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا سنّت مؤکدہ ہے اور اسی روایت پر اکثر علماء ہیں۔

اور سُنَنِ طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

طہارتِ بدن وثیاب ملبوسہ ومکان طواف از نجاست حقیقیہ کہ آن سنّت است نزد اکثر وقیل واجب است (حیلۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم در بیان طواف الخ، فصل دویم، امّا سُنَنِ طواف إلخ، ص۱۲۲)

یعنی، بدن، پہنے ہوئے کپڑوں اور مکانِ طواف کا نجاستِ حقیقیہ سے پاک ہونا کہ اکثر کے نزدیک سنت ہے اور کہا گیا ہے کہ واجب ہے۔

اور جہاں اختلاف ہو وہاں اختلاف سے نکلنا مستحب ہوتا ہے اس لئے قلیل وکثیر کے فرق کے بغیر اس سے بچنا چاہئے پھر یہ ایک دینی اَمر ہے جس میں احتیاط کا دامن مضبوطی سے تھامنا چاہئے، چنانچہ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

فإنّ الخُروجَ عن الخلافِ مستحبٌّ بالإجماع، و المسألةُ خلافيةٌ، و تركُ المستحبِّ مكروهٌ تنزيهيٌّ لأنّه خلاف الأولى

و منافٍ للإحتياط في الدّين (المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الجنايات، فصل: و لو طاف فرضاً إلخ، ص۳۹۲)

یعنی، بے شک خلاف سے نکلنا بالاجماع مستحب ہے اور یہ مسئلہ خلافیہ ہے اور مستحب کا ترک مکروہ تنزیہی ہوتا ہے کیونکہ وہ خلافِ اَولیٰ اور دین میں احتیاط کے منافی ہے۔

اور یہاں احتیاط اِس میں ہے کہ اگر ایسا واقعہ پیش آ جائے تو اعادہ کر لے تاکہ خلاف سے نکل جائے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ٥ذو الحجة ١٤٢٩ھ، ٣ دیسمبر ٢٠٠٨م 488-F

طواف کرنے والے کے کپڑوں پر نجاست کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ہمارے ایک ساتھی نے طواف کیا اور اُس کے کپڑوں پر کوئی ناپاک چیز لگی ہوئی تھی مکمل کرنے کے بعد ہوٹل آ کر اُسے معلوم ہوا کہ اُس کے کپڑوں پر ناپاکی لگی ہوئی تھی اب اُس کے لئے کیا حکم ہوگا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: طواف میں کپڑوں کا پاک ہونا واجب ہے یا سنّت مؤکدہ اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے، ایک روایت کے مطابق واجب ہے جب کہ دوسری روایت ہے کہ سنّت مؤکدہ ہے اور اکثر علماء اِسی پر ہیں کہ سنّت مؤکدہ ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم بن عبد الغفور ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اما طہارت بدن وثیاب ملبوس ومکانِ طواف از نجاست حقیقیہ پس آن واجب است علی اَحد الروایتین و روایت دیگر آنست کہ طہارت از نجاست حقیقیہ سنّت مؤکدہ است وعلیہا اکثر العلماء، لہٰذا ذکر خواہم کرد

اور سُنَنِ طواف (حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب سیوم در بیان طواف و انوع آن، فصل دویم در بیان شرائط صحۃ طواف، ص۱۱۸، مطبوعۃ: إدارۃ المعارف، کراتشی ۱۳۹۱ھ)

یعنی، مگر بدن، پہنے ہوئے کپڑوں اور مکانِ طواف کا نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا تو وہ ایک روایت کے مطابق واجب ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ نجاست حقیقیہ سے پاکیزگی سنت مؤکدہ ہے اور اِسی روایت پر اکثر علماء ہیں، اِسی لئے میں اِسے سُنَنِ طواف میں ذکر کروں گا۔

اور اسی فصل میں سنتوں کے بیان میں لکھتے ہیں کہ:

نہم طہارت بدن و ثیاب ملبوسہ و مکان طواف از نجاست حقیقیہ کہ آن سنت است نزد اکثر، وقیل واجب است (حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب سیوم در بیان طواف و انواع آن، فصل دویم در بیان شرائط صحۃ طواف، ص۱۲۲)

یعنی، طواف کی نویں سنّت یہ ہے کہ بدن پہنے ہوئے کپڑوں اور مکانِ طواف کا نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا اکثر کے نزدیک سنت ہے اور کہا گیا کہ واجب ہے۔

اور سنّت کا ترک اسائت ہے یعنی شرعاً ایسا کرنے والا بُرا کرتا ہے اور ترکِ سنّت سے اجتناب کرنا چاہئے کہ محرومی کا سبب ہے اور اُس شخص پر کچھ لازم نہ ہوگا۔ اور جب یہ مسئلہ اختلافی ہے تو افضل یہی ہے کہ اِس طواف کا اعادہ کرلے کہ اِسی میں احتیاط ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۶ ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ، ۱۴ نوفمبر ۲۰۰۹ م 657-F

حلق یا تقصیر کے بغیر احرام کھولنے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص عمرہ کر کے حلق یا بال کٹوائے بغیر احرام کھول دے اب کافی مہینوں بعد اُسے اپنی غلطی کا احساس ہوا ہے، اس کے لئے کیا کوئی کفّارہ ہے؟ (صرف دَم دینا ہے یا کوئی اور کفّارہ) بال کٹوائے بغیر احرام کھول دینے سے کیا وہ احرام کی پابندیوں سے آزاد گیا؟

(السائل: محمد شاہد قادری رضوی، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اگر ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب جیسے سِلے ہوئے کپڑے پہننا، سر اور منہ کو ڈھکنا اور خوشبو لگانا وغیرہا کا ارتکاب احرام سے نکلنے کے لئے اپنی جہالت کی بنا پر کیا ہے تو صرف ایک دَم لازم ہوگا۔ اور اگر اُس نے اِن ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب احرام سے باہر نکلنے کے لئے نہ کیا ہو تو حلق کروانے تک جتنے جُرم اُس نے کئے اتنی ہی جزائیں اُس پر لازم آئیں گی، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

شرط خروج از احرام حج وعمرہ حلق رُبع سر یا قصر رُبع اوست در وقتِ حلق، پس اگر حلق و قصر نمود بیرون نیاید از احرام اگرچہ بگذرند بروئے سالہائے بسیار، و ہر بارے کہ ارتکاب کند محظورے را لازم می شود بروے جزائے علیحدہ مگر آنکہ ارتکابِ محظورات متعدد بنیتِ ترکِ احرام بودہ باشد کہ آنگاہ جزاء واحد لازم آید کما سیأتی قریباً (حیات القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل دھم در کیفیت خروج از احرام، ص۱۰۲)

یعنی، حج وعمرہ سے نکلنے کی شرط حلق کے (مقررہ) وقت میں چوتھائی سر کا منڈوانا یا چوتھائی سر کا قصر کروانا ہے، اگر کسی نے نہ سر منڈوایا اور نہ قصر کروایا تو احرام سے باہر نہیں نکلے گا، چاہے اُسے بے شمار سال گزر جائیں۔ اِس دوران ہر بار جب وہ ممنوعِ احرام کا ارتکاب کرے گا

اُسے علیحدہ جزاء لازم ہوگی جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا۔

اور لکھتے ہیں:

آنچہ گفتیم کہ شرط است وقوع حلق یا قصر در وقت او پس بدانکہ ابتداءِ وقت حلق در حج از طلوعِ فجر روزِ نحر ست و در عمرہ بعد از اتیانِ اکثر طواف است، ولیکن آخر ندارد در حق صحت بلکہ جمیع عمر وقت اوست ہر وقتی کہ حلق نماید از احرام بیرون آید اگر چہ واجب است وقوعِ حلقِ حج در ایامِ نحر بعد از رمی جمرہ عقبہ، و واجب است وقوعِ حلقِ عمرہ بعد از سعی بین الصفا والمروۃ در عمرہ (حیات القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل دہم در کیفیت خروج از احرام، ص۱۰۲)

یعنی، ہم نے حلق یا قصر کے وقت مقررہ میں ہونے کی جو شرط بیان کی ہے تو جاننا چاہئے کہ حلق کا وقت حج کے لئے پس ذوالحجہ کی صبح صادق سے اور عمرہ کے لئے طواف کے اکثر (یعنی، چار) چکر کرنے کے بعد شروع ہوتا ہے لیکن حلق و قصر صحیح ہونے کا آخری کوئی وقت مقرر نہیں، ساری عمر اُس کا وقت ہے جب بھی سر منڈائے گا یا قصر کرائے گا احرام سے باہر ہو جائے گا۔ اگر چہ حج میں رمی جمرۂ عقبہ کے بعد ایام نحر میں حلق کرالینا واجب ہے اور عمرہ میں سعی کے بعد واجب ہے۔

اور وہ احرام توڑنے کی نیت کر لے تب بھی مُحرِم ہی رہے گا احرام سے باہر نہیں نکلے گا اُس پر ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب حرام رہے گا اگر چہ اُس کی رفضِ احرام کی نیت نے اُس پر سے ضمان کو اٹھا دیا کہ متعدد جزائیں اُس پر لازم نہ آئیں، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

پس چنین خارج نگردد بہ نیت رفض و احلال و واجب آید بر این شخص دم واحد برائے جمیع آنچہ ارتکاب کرد ہر چند کہ ارتکاب کرد جمیع محظورات را و متعدد نشود بروے جزاء بہ تعدد جنایات چون نیت کردہ است رفض

احرام راز یرا نکہ او ارتکاب نمودہ است محظورات را بتاویل اگر چہ فاسد است، معتبر باشد در رفع ضمانات دینویہ، پس گویا کہ موجود شدند این ہمہ محظورات از جہۃ واحدہ بسبی واحد، پس متعدد نگردد جزاء بروی این مذہب ماست، و امام نزد شافعی پس لازم آید بروی برائے ہر محظورے علیحدہ جزا (حیات القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل دہم در کیفیت خروج از احرام، ص۱۰۳)

یعنی، اِس طرح احرام توڑنے اور حلال ہونے کی نیت سے بھی احرام سے خارج نہ ہوگا اور اُس شخص پر تمام ممنوعات کے ارتکاب کا ایک ہی دم واجب ہوگا، چاہے تمام ممنوعات کا مرتکب ہوا ہو، اور جب اُس نے احرام توڑنے کی نیت کر لی تو متعدد جنایات پر متعدد جزائیں اِس لئے واجب نہ ہوں گی کہ اِن ممنوعات کا ارتکاب اُس نے اِس تاویل سے کیا ہے (وہ تاویل یہ ہے کہ میں نے احرام توڑنے کی نیت کر لی تھی اِس لئے یہ ممنوعات میرے لئے ممنوع نہ رہے)۔ اور تاویل گو کہ فاسد ہے مگر وہ دینی ضمانتوں کے اٹھ جانے کے بارے میں معتبر ہوگی، پس گویا کہ یہ تمام ممنوعات ایک ہی جہت سے ایک ہی سبب کے باعث واقع ہوئے اس لئے جزائیں بھی اُس پر متعدد واجب نہ ہوں گی یہ ہمارا مذہب ہے، مگر امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک ہر ممنوع پر جزاء علیحدہ ہوگی۔

اور ہمارے اور امام شافعی کے مابین یہ اختلاف تب ہے جب اس نے احرام توڑنے کے ارادے سے ایسا کیا اور جہالت کی بناء پر سمجھ لیا کہ اب میں احرام سے باہر ہو گیا ورنہ ہر جنایت پر الگ جزا لازم ہوگی چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

و این اختلاف وقتی ست کہ شخص مذکور کہ نیت رفض احرام کردہ است گمان می بُرد بسبب جہل خود کہ او خارج گشتہ است از احرام بسبب این قصد،

امّا کسی کہ می داند کہ خارج نشدہ ام من از احرام بسبب این قصد معتبر
نباشد از وی قصد رفض ومتعدد گردد جزاء بروی بہ تعدد جنایات اتفاقاً بیننا
وبین الشافعی، چنانکہ متعدد می گردد اتفاقاً بر شخص کہ قصد نہ کردہ است
رفض را اصلاً(حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل
دھم در کیفیت خروج از احرام، ص۱۰۳-۱۰٤)

یعنی، یہ اختلاف بھی اُس وقت ہے جب اُس شخص نے (اِن ممنوعات
کے ارتکاب میں) احرام توڑنے کی نیت کی ہو اور اپنی جہالت سے سمجھ لیا
ہو کہ اِس نیت سے وہ احرام سے نکل گیا، لیکن اگر کوئی یہ جانتا ہے کہ میں
اِس نیت کر لینے سے احرام سے نہیں نکلا ہوں تو ایسے شخص سے احرام
توڑنے کی نیت معتبر نہیں ہوگی۔ اِس پر ہمارے اور امام شافعی کے
نزدیک بالاتفاق ہر جنایت پر علیحدہ جزاء واجب ہوگی جیسا کہ باتفاق
احناف وشوافع اُس شخص پر (جزائیں) متعدد ہوں گی جس نے احرام
توڑنے کی سرے سے نیت ہی نہ کی ہو۔

لہٰذا مذکور شخص اگر یہ جانتا تھا کہ میں اِس طرح سے احرام سے نہیں نکلوں گا یا اُسے یہ بتایا گیا تھا تو دیکھنا ہوگا کہ سعی عمرہ کے بعد اُس نے کن کن ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب کیا ہے تو جتنی اُس نے جنایتیں کی ہوں گی تو اُن جنایتوں کے مطابق اتنی ہی جزاؤں کا حکم دیا جائے گا۔

اور یاد رہے کہ مذکورہ مسئلہ میں اُسے حلق یا قصر بہر صورت کروانا ہوگا اگرچہ کتنا عرصہ کیوں نہ گزر گیا ہو چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

اگر مُحرِم بعد از احرام قصد کرد رفضِ احرام را پس ارتکاب کردن گرفت
محظوراتِ احرام را چنانکہ ارتکاب کند آنہا را شخص غیر مُحرِم از لبس مخیط و
تطیب وحلق وجماع وقتلِ صید وامثال آن، پس بیرون نمی آید این شخص

بارتکاب این چیزہا از احرام بالاجماع(حیلۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب،
باب اول، فصل دھم در بیان کیفیت خروج از احرام، تنبیہ حسن، ص۱۰۳،
مطبوعۃ: ادارۃ المعارف، کراتشی ۱۳۹۱ھ)

یعنی، اگر محرم نے احرام توڑنے کا ارادہ کر لیا اور اُس نے اِس ارادے
سے ایسے ممنوعات احرام کا ارتکاب کرنا شروع کر دیا جیسے غیر محرم کرتا
ہے جیسا کہ سلے ہوئے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، سر منڈوانا، جماع کرنا
اور شکار کو قتل کرنا وغیرہا، تو اِن افعال کے کرنے کے باوجود وہ باجماع
علماء کرام احرام سے نہ نکلے گا۔

اِس صورت میں دَم تو ایک لازم آیا مگر ارتکابِ حرام کی بنا پر لازم آنے والے گُناہ سے توبہ بھی لازم ہوگی۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۵ ربیع الثانی ۱٤۳۱ھ، ۱ إبریل ۲۰۱۰ م 593-F

عمرہ میں حلق سے قبل مونچھیں منڈوانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ہمارے گروپ میں ایک حاجی صاحب جو آج ہی پاکستان سے تشریف لائے تھے عمرہ کا طواف کر کے سعی کی اور حلق سے قبل اپنی مونچھیں منڈوا دیں بعد میں حلق کروایا اب اِس صورت میں اُس پر کیا لازم ہوگا۔

(السائل: محمد رضوان بکالی، لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: عمرہ کرنے والا افعالِ عمرہ ادا کرنے کے بعد جب تک حلق یا قصر نہیں کروالیتا احرام میں ہی رہتا ہے اور اُس شخص نے احرام سے نکلنے سے قبل مونچھیں منڈوا دیں تو یہ احرام پر جنایت قرار پائی اور مونچھیں داڑھی کے ساتھ شمار

ہوتی ہیں چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

و اللّحیةُ مع الشّاربِ عضوٌ واحدٌ۔ "فتح" (رَدُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الحجّ، باب الجنایات، تحت قوله: أو حلق رُبع رأسه، ۳/۶۵۹)

یعنی، داڑھی مونچھوں کے ساتھ ایک عضو ہے۔ ''فتح القدیر'' (فتح القدیر، کتاب الحجّ، باب الجنایات، تحت قوله: فعلیه طعام هو حکومة عدل، ۲/۴۴۶، و فیه: و هو مع اللّحیة کعضوٍ واحدٍ)

اور داڑھی کم از کم چوتھائی منڈوانے پر دَم اور اس سے کم میں صدقہ ہے لازم ہوتا ہے چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

و إذا حَلَقَ رُبعَ لحیَتِهٖ فصاعداً فعلیه دمٌ وَ إن کان أقلّ مِن الرُّبُع فصدقةٌ کذا فی "السّراج و الوهّاج" (الفتاویٰ الهندیة، کتاب المناسك، الباب الثّامن فی الجنایات، الفصل الثّالث فی حلق الشّعر و قلم الأظفار، ۱/۲۴۳، مطبوعة: دار المعرفة، بیروت، الطبعة الثالثة ۱۳۹۳ھ۔ ۱۹۷۳م)

یعنی، جب اپنی داڑھی کے چوتھائی، پس زیادہ کا حلق کیا تو اُس پر دَم ہے اور اگر چوتھائی سے کم ہے تو صدقہ ہے اِسی طرح "السّراج الوَهّاج" میں ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں کہ:

سر یا داڑھی کے چہارم بال یا زیادہ کسی طرح دُور کئے تو دَم ہے اور کم میں صدقہ الخ (بہارِ شریعت، حصہ ششم، حج کا بیان، جرم اوران کے کفارے کا بیان، ص ۱/۶/۱۰۴)

اور ظاہر ہے کہ صرف مونچھیں داڑھی کا چوتھائی نہیں اِس لئے مونچھوں میں صرف صدقہ

لازم آئے گا چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

لأنّه تبعٌ للّحیة، ولا یبلغُ رُبعها، و القولُ لوجوبِ الصّدقةِ فیه هو المذهبُ المصحَّحُ (رَدُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الحجّ، باب الجنایات، تحت قوله: أو حلق شاربَه، ۳/۶۶۹، مطبوعة: دار المعرفة، بیروت)

یعنی، کیونکہ مونچھ داڑھی کے تابع ہے اور داڑھی کے چوتھائی حصے کو نہیں پہنچتی اور اِس میں صدقہ واجب ہونے کا قول صحیح مذہب ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی لکھتے ہیں:

مونچھ اگر پوری منڈوائے یا کتروائے صدقہ ہے۔ (بہارِ شریعت، حج کا بیان، جرم اوران کے کفارے کا بیان، ۱/۶/۱۰۵)

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں یہ شخص ایک صدقہ دے گا اور صدقہ سے مراد صدقہ فطر ہے چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

تصدّق بنصفِ صاعٍ من بُرٍّ کالفطرةِ (الدُّرُّ المختار، کتاب الحجّ، باب الجنایات، ص۱۶۷، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م)

یعنی، صدقہ دے آدھا صاع گندم مثل فطرانے کے۔

اور حج میں صدقہ کو صدقہ فطر کے ساتھ مشابہت مقدار میں ہے چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

"الظّاهرُ أنَّ التّشبیهَ إنّما هو فی المقدورِ لا غیر (رَدُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الحجّ، باب الجنایات، تحت قوله: کالفطرة لا یجزیه، ۳/۶۸۲)

یعنی، ظاہر ہے کہ تشبیہ صرف مقدار میں ہے نہ کہ اس کے غیر میں۔

اور نصف صاع گندم سیر کے پیمانے کے مطابق تقریباً سوا دو سیر (دو کلو پینتالیس گرام تقریباً) ہے۔

اور فقہاء کرام کا صدقہ کے ساتھ آدھا صاع گندم لکھنا اتفاقی ہے ورنہ صدقہ فطر جَو، کھجور، اور کشمش یا منقہ سے بھی ادا کیا جا سکتا ہے، ہاں ان چیزوں سے اگر دے گا تو ایک صاع دے گا گندم سے دے گا تو آدھا صاع دے گا، چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

إنَّ التّقييدَ بنصفِ الصَّاعِ من التّمرِ أو الشّعيرِ (رَدُّ المحتار على الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قوله: كالفطرة، ٣/٦٧١، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ ـ ٢٠٠٠م)

یعنی، بے شک گندم کے نصف صاع کی قید اتفاقی ہے پس کھجور یا جَو کا ایک صاع دینا جائز ہے۔

کھجور اور جَو سے ایک صاع صدقہ فطر دینے کا ذکر حدیث شریف میں بھی ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ

"فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ النَّاسَ زَكَاةَ الفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ صَاعًا مِنْ تَمَرٍ أَوْ صَاعاً مِنْ شَعِيْرٍ۔ الحديث (مشكل الآثار، باب (٥٤٣) بيان مشكل ما روى عن رسول الله ﷺ في صدقةِ الفطر إلخ، برقم: ٣٧٥١، ٢٤٠/٤/٢)

یعنی، رسول اللہ ﷺ نے لوگوں پر رمضان کا صدقہ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو مقرر فرمایا۔ الخ

اور فقہاء کرام بعض جگہ نصف صاع گندم کے ساتھ ایک صاع کھجور اور جَو کا بھی ذکر فرمایا، چنانچہ علامہ محمد بن عبداللہ بن احمد غزی تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں:

نصفَ صاعٍ من بُرٍّ أو صاعاً من تمرٍ أو شعيرٍ (تنوير الأبصار مع شرحه للحصكفي، كتاب الحجّ، باب الجنايات، ص١٦٨، مطبوعة: دار

الكتب العلمية، بيروت ١٤٢٣هـ ـ ٢٠٠٢م)

یعنی، نصف صاع گندم یا ایک کھجور یا جَو (مثل فطرانے کے)۔

اور صدقہ حرم میں دینا لازم نہیں بلکہ افضل ہے، اور اس شخص پر اِس گناہ سے توبہ لازم ہے کیونکہ گناہ کی معافی بغیر سچی توبہ کے نہیں ہوتی اور ہمارے دیگر فتاویٰ میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الثلثاء، ٢٠ ذو القعدة ١٤٢٩هـ، ١٨ نوفمبر ٢٠٠٨ م 473-F

ایک عمرہ کے حلق سے قبل دوسرے عمرہ کا احرام

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص پاکستان سے آیا اس نے عمرہ ادا کیا اور حلق نہ کروایا پھر دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لیا اور عمرہ ادا کیا تو کسی نے بتایا کہ حلق کرانا، احرام سے نکلنے کے لئے ضروری ہے تو اُس نے حلق کروالیا، اب وہ عمرہ جو پہلے کیا جس میں حلق نہ کرایا تھا اس کا کیا ہوگا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: عمرہ کے دو واجبات ہیں ایک سعی اور دوسرا حلق یا تقصیر، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و واجباتُه السَّعيُ و الحلقُ أو التّقصير (لُباب المناسك مع شرحه للقاري، باب العمرة، ص٥٠٩)

یعنی، اور عمرہ کے واجبات سعی اور حلق یا تقصیر ہیں۔

جب اُس نے حلق نہ کروایا تو واجب ترک کر دیا اور جب دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لیا تو عمرہ کے دو احراموں کے مابین جمع لازم آ گیا اب چونکہ وہ پہلے عمرہ کا طواف اور سعی کر چکا ہے تو دوسرے عمرہ کا احرام باقی رکھے گا اور اس پر دَم لازم آئے گا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن

قاضی عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لو طافَ و سعیَ لِلأُولی و لم یَبق علیه إلّا الحلق، فأهلَّ بأُخرَی لزِمتْه و لا یرفُضها و علیه دمُ الجمع (لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الجمع بیان النسکین المتّحدین، فصل فی الجمع بین العمرتین، ص ٣٢٤)

یعنی، اگر پہلے عمرہ کا طواف اور سعی کر لی اور اُس پر سوائے حلق کے کچھ باقی نہ رہا، پس اُس نے دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لیا تو دوسرا عمرہ اُسے لازم ہو گیا اور وہ اُسے نہ چھوڑے گا اور اُس پر دو احراموں کو جمع کرنے کا دَم لازم ہوگا۔

اور علامہ محمد بن عبداللہ بن احمد غزی تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں:

مَن أتی بعُمرة إلّا الحلقَ فأحرَمَ بأُخریٰ ذَبَحَ، (تنویر الأبصار مع شرحه للحصکفی، کتاب الحجّ، باب الجنایات، ص ١٧١، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٣هـ ٢٠٠٢م)

یعنی، جس نے عمرہ ادا کیا سوائے حلق کے پس دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لیا تو جانور ذبح کرے گا۔

اور عمرہ کے دو احراموں کو جمع کرنے پر دَم لازم آنے میں کسی کا اختلاف نہیں، چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

اعلَم أنّهم اتّفقُوا فی وُجوبِ الدَّمِ بسببِ الجمع بین إحرامَی العُمرةِ (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجمع بین النسکین المتّحدَین، فصل فی الجمع بین العمرتین، ص ٣٢٤)

یعنی، فقہاء کرام کا عمرہ کے دو احراموں کے مابین جمع کے سبب وُجوبِ دم میں اتفاق ہے۔

اور دو احراموں کو جمع کرنا مکروہ تحریمی ہے چنانچہ علامہ علاؤ الدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

الأصل: أن الجمعَ بین إحرامَین لعمرتَین مکروہٌ تحریماً، فیلزَمُ الدَّم (الدُّرُّ المختار، کتاب الحجّ، باب الجنایات، تحت قوله: مَن أتی بعمرةٍ، ص ١٧١، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٣هـ ٢٠٠٢م)

قاعدہ یہ ہے کہ عمرہ کے دو احراموں کو جمع کرنا مکروہ تحریمی ہے، پس دَم لازم آئے گا۔

اور کراہت تحریمی کا ارتکاب گُناہ ہے اس لئے اُسے اس گُناہ سے توبہ بھی لازم ہوگی۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ٢٦ ذوالقعدة ١٤٢٩هـ، ٢٤ نوفمبر ٢٠٠٨ م 669-F

حجِ تمتع کی نیت سے آنے والی عورت کو ماہواری آ جانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک عورت پاکستان سے حجِ تمتع کی نیت سے مکہ مکرمہ آئی ابھی پہنچی تھی کہ ماہواری آ گئی اور دو دن بعد منیٰ روانگی ہے اس نے ابھی عمرہ ادا نہیں کیا تو حج کا احرام کس طرح باندھے کیا عمرہ چھوڑ دے اور حج کا احرام باندھ لے اگر وہ ایسا کرتی ہے تو جو عمرہ اُس نے چھوڑا وہ کب ادا کرے اور اس عمرہ کے چھوڑنے کی وجہ سے اس پر کیا لازم ہوگا جب کہ عمرہ اُس نے مجبوری میں چھوڑا ہے تو اِس صورت میں اُس پر کیا لازم آتا ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں اُس عورت پر دَم اور عمرہ کی قضاء لازم ہے، مروی ہے کہ ایسا ہی واقعہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ کے ساتھ حجۃ

الوداع میں پیش آیا، جب حضورﷺ کی بارگاہ میں آپ نے اپنا معاملہ پیش کیا تو آپﷺ نے انہیں عمرہ چھوڑنے کا اور حج ادا کرنے کا حکم فرمایا چنانچہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ

أنّ عائشة قالت: أَهْلَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَكُنْتُ مِمَّنْ تَمَتَّعَ وَ لَمْ يَسُقِ الْهَدْيَ، فَزَعَمَتْ أَنَّهَا حَاضَتْ، وَ لَمْ تَطْهُرْ حَتّٰى دَخَلَتْ لَيْلَةُ عَرَفَةَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هٰذِهِ لَيْلَةُ عَرَفَةَ، وَ إِنَّمَا كُنْتُ تَمَتَّعْتُ بِعُمْرَةٍ؟ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اُنْقُضِيْ رَأْسَكِ، وَ امْتَشِطِيْ، وَ أَمْسِكِيْ عَنْ عُمْرَتِكِ" فَفَعَلْتُ، فَلَمَّا قَضَيْتُ الْحَجَّ، أَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ، لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ، فَأَعْمَرَنِيْ مِنَ التَّنْعِيْمِ، مَكَانَ عُمْرَتِي الَّتِيْ نَسَكْتُ (صحيح البخارى، كتاب الحيض، باب امتشاط المرأة عند غسلها من المحيض، برقم:٣١٦، ٨٢/١، و باب الأمر بالنّساء، إذا نفسن، برقم:٢٩٤، ٧٧/١، و باب تقضى الحائض المناسك كلّها إلّا الطواف بالبيت، برقم:٣٠٥، ٧٩/١، و باب نقض المرأة شعرها عند المحيض، برقم:٣١٧، ٨٢/١، و باب كيف تهلّ الحائض بالحج و العمرة، برقم: ٣١٩، ٨٢/١، و كتاب الحجّ، باب كيف تهلّ الحائض و النّفساء، برقم:١٥٥٦، ٣٨٤/١، و باب قوله تعالىٰ ﴿الحجّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰت﴾ الآية، برقم:١٥٦٠، ٣٨٥/١، و باب التّمتّع و القران إلخ، برقم:١٥٦١، ١٥٦٢، ٣٨٦/١، و باب طواف القارن، برقم: ١٦٣٨، ٤٠٣/١، و باب تقضى الحائض المناسك كلّها إلخ، برقم:١٦٥١، ٤٠٧/١، و باب إذا حاضت المرأة بعد ما افاضت، برقم:١٧٦٢، ٤٣٢/١، و باب الإذج من المحصب، برقم:١٧٧٢،

٤٣٤/١، و كتاب العمرة، باب العمرة ليلة الحصبة، برقم:١٧٨٣، ٤٣٧/١، و باب الإعتمار بعد الحجّ بغير هديٍ، برقم:١٧٨٦، ٤٣٨/١، و باب أجر العمرة على قدر النّصب، برقم:١٧٨٧، ٤٣٨/١، و باب المعتمر إذا طاف إلخ، برقم: ١٧٨٨، ٤٣٩/١، و كتاب الجهاد و السّير، باب إرداف المرأة خلف أخيها، برقم:٢٩٨٤، ٢٩٨٥، ٢٦٩/٢، و كتاب المغازى، باب حجة الوداع، برقم:٤٣٩٥، ١١٩/٣، و كتاب الأضاحى، باب مَن ذبح ضحية غيره، برقم:٥٥٥٩، ٤٩١/٣، و كتاب التمنى، باب قول النّبىّ ﷺ: لو استقبلت مِن أمرى إلخ، برقم:٧٢٣٠، ٤٠٠/٤، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، ١٤٢٠هـ ١٩٩٩م)

یعنی، اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے رسول اللہﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں احرام باندھا، پس میں اُن میں سے تھی جنہوں نے تمتع کیا، اور (ساتھ) ہدی نہ لائے، پس انہیں (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو گمان ہوا کہ انہیں ماہواری آ گئی ہے، اور آپ پاک نہ ہوئیں یہاں تک کہ عرفہ کی رات آ گئی، آپ نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ عرفہ کی رات ہے اور میں نے صرف عمرہ کے ساتھ تمتع کیا ہے (یعنی میں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا ہے) تو رسول اللہﷺ نے فرمایا "اپنا سر کھول دے اور کنگھی کر لے اور اپنے عمرہ سے رُک جا" (آپ فرماتی ہیں کہ) میں نے (ایسے ہی) کیا، پس جب حج ادا کر لیا، تو (رسول اللہﷺ نے) حصبہ کی رات عبدالرحمٰن (بن ابی بکر رضی اللہ عنہما) کو حکم فرمایا تو انہوں نے مجھے مقام تنعیم سے عمرہ کروایا، اور میں نے اس عمرہ کی جگہ جس کا میں نے احرام باندھا تھا عمرہ ادا کیا۔

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ایسی حالت میں عورت عمرہ چھوڑ دے گی اور حج فوت

ہونے کے خوف کی وجہ سے عمرہ کا احرام کھول دے گی اور حج کا احرام باندھے گی، چنانچہ شارح صحیح بخاری علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ حدیثِ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تحت لکھتے ہیں:

أنّ الظّاهرَ قولُها "يا رسولَ الله هذِه ليلةُ عرفةَ إلى آخره" يدلُّ على أنّه عليه الصّلاة و السّلام أمرَهَا برفضِ عُمرتِها، و أن تخرجَ منها قبلَ تمامها، و في "التّوضيح": به قال الكوفيونَ في المرأةِ تحيضُ قبلَ الطّواف و تخشىَ فواتَ الحجِّ: أنَّها ترفضُ العُمرةَ (عمدة القاری، کتاب الحیض، باب امتشاط المرأة عند غسلها من المحيض، برقم: ٣١٦، ٣/١٤٣، ١٤٤، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ ـ ١٩٩٨م)

یعنی، بے شک اُمّ المؤمنین کے قول ''یارسول اللہ! یہ عرفہ کی رات ہے الخ'' کا ظاہر اِس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور ﷺ نے انہیں عمرہ چھوڑنے کا حکم فرمایا کہ وہ عمرہ سے اس کے پورا ہونے سے قبل نکل جائیں، اور ''توضیح'' میں ہے کہ کوفیوں نے اِس عورت کے بارے میں جو (حجِ تمتع میں) طوافِ عمرہ سے قبل حائضہ ہو جائے اور اُسے حج فوت ہونے کا خوف ہو یہی حکم کیا کہ وہ عمرہ چھوڑ دے۔

اور اِس صورت میں عورت پر چھوڑے ہوئے کی قضا لازم ہوگی اور حدیث عائشہ میں مذکور ہے کہ آپ نے حج سے فارغ ہو کر اس عمرہ کی قضا کی چنانچہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خود فرمایا کہ:

فَأَهْلَلْتُ مِنْهَا بِعُمْرَةٍ، جَزَاءً بِعُمْرَةِ النَّاسِ الَّتِي اعْتَمَرُوْا (صحيح مسلم، كتاب الحجّ، باب بيانِ وُجود الإحرام إلخ، برقم: ٢٨٩٠/١٢٠ـ (١٢١١)، ص٥٥٨، مطبوعة: دار الأرقم، بيروت)

یعنی، پس میں نے وہاں سے عمرہ کا احرام باندھا بدلے لوگوں کے اس عمرہ کے جو انہوں نے (شروع میں) ادا کیا۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ أَرْسَلَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ إِلَى التَّنْعِيْمِ فَاعْتَمَرْتُ، فَقَالَ: "هٰذِهِ مَكَانَ عُمْرَتِكِ" (صحيح مسلم، كتاب الحجّ، باب بيانِ وُجود الإحرام إلخ، برقم: ١١١/٢٨٨١ـ (١٢١١)، ص٥٠٦)

یعنی، جب ہم نے حج ادا کر لیا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے عبدالرحمٰن بن ابی بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے ساتھ تنعیم بھیجا پس میں نے عمرہ ادا کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا ''یہ تیرے اُس عمرہ کی جگہ پر ہے''۔

اور ایک روایت میں ہے کہ:

حَتَّى إِذَا قَضَيْتُ حَجَّتِيْ، بَعَثَ مَعِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ وَ أَمَرَنِيْ أَنْ أَعْتَمِرَ مِنَ التَّنْعِيْمِ، مَكَانَ عُمْرَتِيْ، الَّتِيْ أَدْرَكَنِيْ الْحَجُّ وَ لَمْ أُحْلِلْ مِنْهَا (صحيح مسلم، كتاب الحجّ، باب بيانِ وُجود الإحرام إلخ، برقم: ١١٢/٢٨٨٢ـ (١٢١١)، ص٥٠٦)

یعنی، یہاں تک کہ جب میں نے اپنا حج پورا کیا، رسول اللہ ﷺ نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو میرے ساتھ بھیجا اور مجھے حکم فرمایا، میں تنعیم سے اپنے اس عمرہ کی جگہ پر عمرہ ادا کروں کہ جس عمرہ سے میں (ماہواری کی وجہ سے) فارغ نہ ہوئی تھی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ:

فَأَعْمَرَنِيْ مِنَ التَّنْعِيْمِ، مَكَانَ عُمْرَتِي الَّتِيْ أَمْسَكْتُ عَنْهَا (صحيح

مسلم، کتاب الحجّ، باب بیانِ وُجود الإحرام إلخ، برقم: ۲۸۸۳/۱۱۳۔

(۱۲۱۱)، ص۵۵٦)

یعنی، پس (عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے) تنعیم سے مجھے
عمرہ کروایا میرے اُس عمرہ کی جگہ کہ جس کی ادائیگی سے میں رُک گئی تھی۔

متمتع یا قارن عمرہ نہ کر پائے اور حج ادا کرے تو اُس پر سے حجِ متمتع یا قران کا دَم شکر جسے لوگ حج کی قربانی کہتے ہیں جو متمتع اور قارن دونوں پر واجب ہوتی ہے وہ ساقط ہو جاتی ہے اور اس پر عمرہ کی قضا اور عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے دَم جبر لازم آتا ہے اور دَم جبر کے جانور کا سرزمین حرم پر ذبح کرنا واجب ہے اور اس کے لئے افضل دن یوم نحر ہے اور اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب نسوانی عارضہ کی وجہ سے عمرہ چھوڑا تو آپ پر سے دَم شکر ساقط ہو گیا اور عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد عمرہ ادا کئے بغیر احرام کھولنے پر دَم جبر لازم آیا جسے نبی کریم ﷺ نے دیگر ازواج مطہرات کے دَم شکر کے ساتھ ادا فرمایا، چنانچہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُن کی طرف سے جانور ذبح کئے جانے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

فَأُتِيْنَا بِلَحْمِ بَقَرٍ، فَقُلْتُ مَا هَذَا؟ فَقَالُوْا: أَهْدَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ نِسَائِهِ الْبَقَرَ (صحیح مسلم، کتاب الحجّ، باب بیانِ وُجود الإحرام إلخ، برقم: ۲۸۹۰/۱۲۰۔ (۱۲۱۱)، ص۵۵۸)

یعنی، پس ہمارے پاس گائے کا گوشت لایا گیا، میں نے کہا یہ کیا ہے؟ تو
انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کی طرف سے گائے
بطور ہدی ذبح کی ہے۔

اِن احادیث نبویہ علیہ التحیۃ والثناء سے فقہاء کرام نے ایک قاعدہ اخذ کیا ہے جسے علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ نے ذکر کیا ہے کہ:

كُلُّ مَنْ لَزِمَهُ رفضُ العُمْرةِ فعليه دمٌ وَ قَضَاءُ عُمْرَةٍ لا غيرُ، لأنّه

فِی معنیٰ فاسدِ العُمرةِ (لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب أضافة أحد النّسكين، ص۳۲۸، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۱۹ھ۔ ۱۹۹۸م)

یعنی، ہر وہ شخص کہ جس پر عمرہ چھوڑنا لازم ہو جائے تو اُس پر (عمرہ کا
احرام باندھ کر اُسے چھوڑنے کا) دَم اور (چھوڑے ہوئے) عمرہ کی قضاء
لازم ہے نہ کہ اور کچھ کیونکہ وہ عمرہ کو فاسد کرنے والے کے معنی میں ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ٦ذو الحجة ۱٤۲۹ھ، ٤ دیسمبر ۲۰۰۸م 492-F

حجِ قران کی نیت سے آنے والی عورت کو ماہواری آجانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت پاکستان سے حجِ قران کی نیت سے مکہ مکرمہ آئی ابھی پہنچی تھی کہ ماہواری آگئی اور ایک دن بعد منیٰ روانگی ہے اُس نے ابھی عمرہ ادا نہیں کیا کہ وقوفِ عرفہ کا وقت قریب آگیا، کیا وہ عمرہ چھوڑ دے اور وقوف عرفہ کرے اگر وہ ایسا کرتی ہے تو جو عمرہ اُس نے چھوڑا وہ کب ادا کرے اور اُس عمرہ کے چھوڑنے کی وجہ سے اُس پر کیا لازم ہوگا جب کہ عمرہ اُس نے مجبوری میں چھوڑا ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں یہ عورت عمرہ ادا کئے بغیر وقوفِ عرفہ کرے گی اور حج سے فارغ ہونے کے بعد جب پاک ہو جائے تو چھوڑے ہوئے عمرہ کی قضاء کرے اور عمرہ چھوڑنے کا ایک دَم دے کیونکہ ماہواری کی حالت میں طوافِ کعبہ ممنوع ہے (طواف کعبہ کی ممانعت اس وجہ سے ہے کہ اُسے مسجد میں داخل ہونا ممنوع ہے چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: "لَا أُحِلُّ دُخُوْلَ الْمَسْجِدِ لِحَائِضٍ وَ لَا جُنُبٍ الحديث" (التاريخ الكبير للبخاری، باب

الألف، برقم: ۱۷۱۰، ۲/۵۵) یعنی، میں حیض والی عورت اور جُنبی کے لئے مسجد میں داخل ہونا حلال نہیں کرتا۔

اسی لئے فقہاء کرام نے یہ حکم اخذ کیا ہے کہ حیض و نفاس والی عورت اور جُنبی کو مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے چنانچہ علامہ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں: لا یجوزُ لهم دخولَ المسجدِ إلّا لضرورةٍ (منیّة المصلّی و غنیّة المبدی، باب فرائض الغسل، فروع إذا اجنبت المرأة إلخ، ص ۵۲) یعنی، ان کے لئے مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے مگر ضرورت شرعی کی وجہ سے) اور طواف عمرہ میں رُکن ہے اس لئے وہ اِس حالت میں عمرہ نہیں ادا کرسکتی اور قارن جب عمرہ ادا کئے بغیر وقوفِ عرفہ کرلے تو اس کا عمرہ رہ جاتا ہے اور وہ عمرہ چھوڑنے والا قرار پاتا ہے، چنانچہ امام ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

فإنْ لم یَدخُلِ القارنُ مکّةُ و توجّه إلی عرفاتٍ، فقد صَارَ رافضاً لعمرتِه بالوُقوف (المسالك فی المناسك، کتاب القِران، فصل: إن لم یدخُل القارن إلخ، ۱/۶۴۸)

یعنی، پس جب قارن مکہ میں داخل نہ ہوا، اور عرفات کی طرف متوجہ ہو گیا تو وقوفِ عرفات کے ساتھ ہی وہ عمرہ کو چھوڑنے والا ہوگیا۔

اور قران کا حکم یہ ہے کہ عمرہ پہلے ادا کیا جائے، وقوفِ عرفہ کرلینے کے بعد عمرہ کی ادائیگی متصوّر نہیں چنانچہ امام کرمانی حنفی لکھتے ہیں:

و لو تصوّرَ إتیانها و إبقائها بعدِ الوقوفِ لما أَمَرَ بالرّفضِ، لأَنَّ أفعالَ العُمرةِ قد فاتَتْ و انتَهَتْ، فإِنَّ حُکمَ القِران أَنْ یُقدِّمَ أفعالَ العُمرةِ علی الحجّ، و قد تعذَّرَ بَعدَ الوُقوفِ (المسالك فی المناسك، کتاب القِران، فصل: إن لم یدخُل القارن إلخ، ۱/۶۴۹)

یعنی، اگر اُس کا لانا اور باقی ہونا وقوفِ عرفہ کے بعد متصوّر رہوتا تو عمرہ چھوڑنے کا حکم نہ دیا جاتا کیونکہ افعالِ عمرہ تو فوت ہوچکے پس قران کا حکم یہ ہے کہ افعالِ عمرہ کو حج پر مقدم کیا جائے اور تحقیق یہ وقوف کے بعد

متعذّر رہوگیا۔

اور اس صورت میں اُس پر دَم اور قضاء دونوں لازم آتے ہیں اور حجِ قِران کا دَم ساقط ہوجاتا ہے کیونکہ اب اُس کا حج حجِ قِران نہیں رہا چنانچہ ابوالفضل محمد بن محمد بن احمد المروزی جو حاکم شہید کے نام سے معروف ہیں لکھتے ہیں:

إذا قَدِمَ القارِنُ مکّةَ فلم یطُف حتّی وقفَ بعرفَةَ أو طافَ للعُمرةِ ثلاثَةَ أشواطٍ فقط کان رافضاً لعُمرتِه، و علَیه دَمٌ لرفضِها و قضاؤُها و قد سَقَطَ عنهُ دَمُ القِران (الکافی للحاکم الشّهید (فی ضمن المبسوط للإمام محمد)، کتاب المناسك، باب الطّواف، ۲/۳۲۹، مطبوعة: عالم الکتب، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۱۰ھ۔ ۱۹۹۰م)

یعنی، جب قارن مکہ مکرمہ آیا پس طواف نہ کیا یہاں تک کہ وقوفِ عرفات کیا یا طوافِ عمرہ کے فقط تین پھیرے کئے تو وہ اپنے عمرہ کو چھوڑنے والا ہے، اور اُس پر عمرہ چھوڑنے کا دَم اور اُس کی قضاء ہے اور اُس سے دَم قِران ساقط ہوگیا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۷ذو الحجة ۱۴۲۹ھ، ۵ دیسمبر ۲۰۰۸ م F-677

ایامِ حیض میں پائے جانے والے طُہر میں ادا کئے گئے عمرہ کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک عورت کی حیض میں عادت سات دن تھی اور اُسے پانچ دن حیض آکر بند ہوگیا اور اُس نے غسل کے بعد نماز شروع کردی اور پھر مسجد عائشہ سے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کرلیا اور چھٹے دن اُسے دوبارہ حیض آگیا، اِس صورت میں وہ کیا کرے گی اُس کا عمرہ ادا ہوگیا یا اُس پر اِس کی قضا لازم ہوگی؟

(السائل: محمد فیاض، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالٰی وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں دوسری مرتبہ آنے والا خون ماہواری میں شمار ہوگا جب کہ وہ دس دن پورے ہونے پر یا اس سے قبل ختم ہوا ہو، چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و النّاقصُ عن أقلِّه و الزّائدُ على العادةِ و جاوَزَ أكثرَهما استحاضةٌ ـ ملخصاً (الدُّرُّ المختار، كتاب الطّهارة، باب الحيض، ص۴۳، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھـ ۲۰۰۲م)

یعنی، حیض کی کم از کم مدت (تین دن اور تین راتوں) سے کم اور عادت کے دنوں سے زائد اور اکثر مدت (دس دن اور دس راتوں) سے بڑھ جائے تو استحاضہ ہے۔

اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

أمّا المعتادةُ فما زادَ على عادتِها، و تجاوَزَ العَشَرةَ في الحيضِ

یعنی، مگر معتادہ عورت تو اُس کی عادت کے دنوں سے جو زائد ہوا اور حیض میں دس دنوں سے بڑھ جائے (استحاضہ ہے)

اور لکھتے ہیں:

أمّا إذا لم يتجاوزِ الأكثرَ فيهما فهو انتقالٌ للعادة فيهما فيكونُ حيضاً و نفاساً (رَدُّ المحتار على الدُّرِّ المختار، كتاب الطّهارة، باب الحَيضِ، تحت قوله: و الزّائدُ على أكثرِه، ۱/۵۲۴، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھـ ۲۰۰۰م)

یعنی، مگر جب اُن میں (یعنی حیض ونفاس میں) اکثر مدّت سے تجاوز نہ کیا تو یہ اُن میں عادت کا منتقل ہونا ہے تو وہ حیض اور نفاس ہوگا۔

اِس سے معلوم ہوا کہ اِس سوال کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ معتادہ کو چھٹے دن جب دوبارہ خون آیا اور وہ دس دن سے زیادہ نہ ہوا تو کُل حیض شمار ہوگا، اِس لئے اِس دوران کیا گیا طواف حالتِ ماہواری میں قرار پائے گا اور دوسری صورت یہ کہ معتادہ کو چھٹے دن جب حیض شروع ہوا، دسویں دن سے بڑھ گیا تو اِس صورت میں عادت کے سات دن حیض اور آٹھویں سے استحاضہ شمار ہوگا، اِس صورت میں طواف حالتِ ماہواری میں نہیں کہلائے گا۔

اور استحاضہ کا حکم یہ ہے کہ اُس میں نماز، روزہ، جماع، قرآن کو چھونے، مسجد میں داخل ہونے وغیرہا کچھ بھی ممنوع نہیں ہے وہ ایسے ہے جیسے دائمی نکسیر، چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

و دمُ استحاضةٍ حكمُه كرُعافٍ دائمٍ لا يمنعُ صوماً و صلاةً و لو نفلاً و جماعاً ملخصاً (الدُّرُّ المختار، كتاب الطّهارة، باب الحيض، ص۴۴)

یعنی، استحاضہ کے خون کا حکم دائمی نکسیر کی مثل ہے جو روزہ، نماز اگرچہ نفل نماز ہو اور جماع کو مانع نہیں۔ (اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ "تَوَضَّئِيْ وَ صَلِّيْ وَ إِنْ قَطَرَ الدَّمُ عَلَى الْحَصِيْرِ" (الدُّرُّ المختار، كتاب الطّهارة، باب الحيض، ص۴۴) یعنی، وضو کر اور نماز پڑھ اگرچہ خون چٹائی پر ٹپکے)

استحاضہ جب نماز کو مانع نہیں تو طواف کو بھی مانع نہ ہوگا، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

ولا تُمنعُ عن الطّوافِ إذا أمِنَتْ من اللَّوثِ، "قهستاني" عن "الخزانة"، ط (رَدُّ المحتار على الدُّرِّ المختار، كتاب الطّهارة، باب الحيض، مطلب: لو أفتى مفتٍ بشيءٍ من هذه الأقوال إلخ، تحت قوله: لا يمنع صوماً إلخ، ۱/۵۴۴)

یعنی، مستحاضہ عورت کو طوافِ کعبہ سے نہ روکا جائے گا (اور اس پر اہلِ اسلام کا

اتفاق ہے چنانچہ علامہ عبد اللہ بن مبارک بن عبد اللہ بُوصی نقل کرتے ہیں: و لأنَّ المستحاضة وَ مَن به سلسل البول و نحوهما يَطوفُ و يُصلّي باتفاق المسلمين (إجماعات ابن عبد البرّ في العبادت، المبحث التّاسع: الحيض، المسألة السّادسة: دم الإستحاضة إلخ، ١/٣٥٦) یعنی، کیونکہ مستحاضہ اور جسے سلسل البول کا عارضہ لاحق ہو اور جو اُن کی مانند ہے وہ طواف کرے گا اور نماز پڑھے گا اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے) جب کہ وہ آلودگی سے امن رکھتی ہو، "قهستاني" (جامع الرّموز، كتاب الطّهارت، باب الحيض، ١/٥٧، مطبوعة: ايچ ايم سعيد كمپنى، كراتشى) میں "خزانہ" سے منقول ہے (جیسا کہ) "طحطاوی" (حاشية الطّحطاوى على الدُّرِّ المحتار، كتاب الطّهارة، باب الحيض، تحت قوله: لا يمنعُ صوماً إلخ، ١/١٥٢، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت ١٣٩٥هـ ١٩٧٥م) (میں ہے)

لیکن مُستحاضہ اوراس کی مثل دیگر شرعی معذور کا وضو صرف نماز کے وقت تک باقی رہے گا بشرطیکہ اور کوئی ناقض وضو نہ پایا جائے اور وہ ہر نماز کے وقت وضو کرے گی کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"المُسْتَحَاضَةُ تَتَوَضَّأُ لِوَقْتِ كُلِّ صَلَاةٍ" (الهداية، كتاب الطّهارة، باب الحيض و الإستحاضة، فصل: و المستحاضة و مَن به إلخ، ١ـ٢/٤١)

یعنی، استحاضہ والی عورت ہر نماز کے وقت کے لئے وضو کرے گی۔

جیسے ہی نماز کا وقت ختم ہوگا تو وضو جاتا رہے گا چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

و إذا خَرَجَ الوقتُ بطَلَ وضوؤُهُم و استأنفوا الوضوءَ لصلاةٍ أُخرىٰ (بداية المبتدى، كتاب الطّهارة، باب الحيض و الإستحاضة، فصل: و المستحاضة و مَن به إلخ، ١ـ٢/٤١)

یعنی، جب وقت نکل گیا تو اُن کا وضو باطل ہوگیا اور وہ دوسری نماز کے لئے نیا وضو کریں گے۔

اور طلوعِ آفتاب کے بعد کے بعد کیا ہوا وضو نمازِ ظہر کا وقت ختم ہونے تک باقی رہے گا جیسا کہ "بداية المبتدى" (كتاب الطّهارة، باب الحيض و الإستحاضة، فصل: و المستحاضة إلخ، ١ـ٢/٤١) اور "درمختار" (كتاب الطّهارة، باب الحيض، ص٤٦) وغیرہما کُتبِ فقہ میں ہے۔

اِس لئے دوسری صورت میں کیا گیا طواف درست ہو جائے گا، اِس طرح عمرہ بھی درست ہو جائے گا اور اُس پر کوئی جزاء بھی لازم نہیں آئے گی۔

اور پہلی صورت میں جب طواف حالتِ ماہواری میں قرار پایا تو لازم ہوگا کہ جب تک مکہ مکرمہ میں ہے، اُس کئے ہوئے طواف کا ماہواری سے پاک ہونے کے بعد اعادہ کرلے، اگر اعادہ کر لیتی ہے تو حالتِ ماہواری میں طواف کرنے سے جو جزاء لازم آئی وہ ساقط ہو جائے گی چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و عليها أَنْ تُعيدَ طاهرةً فإن أعادتُهُ سَقَطَ ما وَجَبَ (لُباب المناسك مع شرحه للقارى، باب الجنايات، فصل: حائض طهرت فى آخر أيام النّحر، ص٣٣٨)

یعنی، اُس پر لازم ہے کہ پاک ہوکر اُس کا اعادہ کرلے، اگر اعادہ کر لیتی ہے تو اُس پر سے وہ ساقط ہوگیا جو واجب ہوا تھا۔

اور افضل بھی یہی ہے کہ جب تک مکہ میں ہے طواف کا اعادہ کرے بلکہ اُسے اعادہ کا حکم دیا گیا جائے گا چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

و الأفضل أن يُعيدَ الطّوافَ ما دام بمكّةَ، و لا ذبحَ عليه، و الأصحُّ أنه يُؤْمَرُ بالإعادة إلخ (بداية المبتدى مع الهداية، كتاب الحج، باب الجنايات، فصل: و مَن طاف طوافَ القدوم إلخ، ١ـ٢/١٩٩)

یعنی، افضل یہ ہے کہ جب تک مکہ مکرمہ میں ہے طواف کا اعادہ کرے اور

اس پر ذبح کرنا لازم نہیں اور اصح یہ ہے کہ اُسے اعادہ کا حکم دیا جائے گا۔

اور اس صورت میں لازم آنے والا کفارہ ساقط کرنے کے لئے طواف کا اعادہ لازم ہے کیونکہ نجاست حکمیہ سے پاکیزگی طواف میں واجب ہے اور سعی میں طہارت اگرچہ مستحب ہے پھر بھی اُسے چاہئے کہ طواف کے ساتھ سعی کا بھی اعادہ کرے، چنانچہ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

و أمّا ما دَام بمكّةَ فعليه أن يُعيدَهما لسريانِ نقصانِ الطّوافِ فی السّعیِ الذی بعدَهُ، و إلّا فالطّهارةُ مستحبّةٌ فی السّعیِ (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات، فصل فی طواف العمرة، ص ٣٩٠)

یعنی، جب تک مکہ میں ہے تو اُس پر لازم ہے کہ دونوں کا اعادہ کرلے اِس لئے کہ طواف کا نقصان سعی میں سرایت کر گیا جو طواف کے بعد ہے ورنہ طہارت سعی میں مستحب ہے۔

اور اگر طواف کا اعادہ کر لیتی ہے سعی کا اعادہ نہیں کرتی تو اُس پر کچھ لازم نہیں آئے گا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و لو أعادَ الطّوافَ و لم يُعِدِ السّعیَ لا شیءَ عليه (لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الجنايات، فصل فی طواف العمرة، ص ٣٩١)

یعنی، اگر طواف کا اعادہ کیا اور سعی کا اعادہ نہ کیا تو اُس پر کوئی شیٔ لازم نہیں۔

اس کے تحت ملا علی قاری لکھتے ہیں:

كذا قيل، و صحّحهُ صاحبُ الهداية و هو مختار شمس الأئمّة السّرخسی، و الإمام المحبوبی (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات، فصل فی طواف العمرة، ص ٣٩١)

یعنی، اسی طرح کہا گیا اور صاحبِ ہدایہ (الهداية، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: و مَن طاف طوافَ القدوم إلخ، ١-٢/٢٠٠) نے اسے صحیح

قرار دیا اور یہی شمس الائمہ سرخسی اور امام محبوبی کا مختار ہے۔

اور اگر اعادہ نہیں کرتی تو اُس پر دَم لازم ہوگا چنانچہ امام ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں کہ

و فی طوافِ العُمرة تَجبُ شاةٌ، سواءٌ كان جنباً أو مُحدثاً لأنّه دونَ الحجّ و إن كان رُكناً فيها (المسالك فی المناسك، فصل فی كفّارة الجنابة فی الطّواف، ٢/٧٨٥، مطبوعة: دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٤هـ-٢٠٠٣م)

یعنی، طوافِ عمرہ میں (بطور دم) بکری واجب ہے برابر ہے کہ جُنبی تھا یا بے وضو، کیونکہ وہ حج سے درجے میں کم ہے اگرچہ طواف عمرہ میں رُکن ہے۔

اور اِسی فصل میں لکھتے ہیں:

فإنّ الطّوافَ فيها رُكنٌ، و الحائضُ كالجنبِ فی ذلك، لأنّ نجاسةَ الحَيضِ أقوىٰ (المسالك فی المناسك، فصل فی كفّارة الجنابة فی الطّواف، ٢/٧٨٥، مطبوعة: دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٤هـ-٢٠٠٣م)

یعنی، بے شک طواف اس میں رُکن ہے اور حائضہ اس میں مثل جُنبی کے ہے کیونکہ حیض کی نجاست زیادہ قوی ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لو طافَ للعُمرةِ كلَّهُ أو أكثرَهُ أو أقلَّهُ و لو شوطاً جُنباً أو حائضًا أو نفساءَ أو مُحدِثاً فعليه شاةٌ (لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الجنايات، فی طواف العمرة، ص ٣٩٠)

یعنی، اگر عمرہ کا کُل یا اکثر یا اقل اگرچہ ایک چکر طواف حالتِ جنابت یا

حیض یا نفاس میں یا بے وضو کیا تو اُس پر بکری لازم ہے۔

اس کے تحت ملاّ علی قاری لکھتے ہیں کہ

أی: فی جمیعِ الصُّورِ المذکورۃ (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل فی طواف العمرۃ، ص ۳۹۰)

یعنی، ذکر کردہ تمام صورتوں میں (دَم لازم ہے)۔

لہٰذا صورت مسؤلہ میں حکم یہ ہوگا کہ ماہواری اگر چھٹے دن شروع ہوکر دسویں دن پر یا اس سے پہلے بند ہوئی تو اعادہ لازم ہوگا اِعادہ نہ کرنے کی صورت میں دَم دینا ہوگا اور اگر چھٹے دن سے شروع ہونے والی ماہوار دس دن سے بڑھ جاتی ہے تو کچھ بھی لازم نہ ہوگا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعۃ، ۷ذو الحجۃ ۱۴۲۹ھ، ۵ دیسمبر ۲۰۰۸م 490-F

دم فوری دینا ضروری ہے یا اس میں تاخیر کی اجازت ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ اگر کسی وجہ سے دَم لازم آ جائے تو دَم دینا فوری طور پر لازم ہوتا ہے یا اُس میں تاخیر کی شرعاً کوئی رُخصت ہے؟

(السائل: محمد ظفر، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: دَم کی ادائیگی فوری طور پر واجب نہیں اِس میں تاخیر کی رُخصت ہے مگر دَم جب ذمے میں واجب ہو چکا تو ادا کئے بغیر مرگیا تو گنہگار رہوگا اور اُس پر لازم ہوگا کہ اُس کی وصیت کر کے جائے جب وہ وصیت کر دے تو ورثہ پر تکفین و تدفین اور ادائیگی قرض کے بعد اُس کی وصیت پر عمل کرنا لازم ہوگا بشرطیکہ ادائیگی قرض کے بعد اتنا مال بچ جائے کہ جس سے اُس کی یہ وصیت جاری ہو سکے، اور اگر وہ وصیت نہ کرے اور اس کے ورثاء کو اس کا علم ہو کہ اس پر کوئی دم باقی ہے وہ اُسے ادا کریں تو مرنے

والے کی طرف سے دَم ادا ہو جائے گا۔ چنانچہ ملاّ علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ "فتح باب العنایہ شرح النقایہ" میں لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ سید محمد امین عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نقل کرتے ہیں کہ:

ثم الکفّاراتُ کُلُّها واجبةٌ علی التّراخی، فیکون مؤدِّیًا فی أیّ وقتٍ، و إنّما یتضیَّقُ علیه الوجوبُ فی آخر عُمُرہ فی وقت یغلبُ علی ظنِّه أنه لو لم یُؤدِّہ لَفاتَ، فإن لم یؤدِّ فیه حتّی ماتَ أَثِمَ و علیه الوصیّةُ به، و لو لم یُوصِ لم یجبْ علی الورثةِ، و لو تبرَّعُوا عنه جاز إلّا الصَّومَ اھ و اللّفظ للشّامی (فتح باب العنایة، کتاب الحجّ، فصل فی الجنایات، ۲/۲۸۸، مطبوعة: دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۶ھ۔ ۲۰۰۵م) (رَدُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الحجّ، باب الجنایات، تحت قول التّنویر: الواجبُ دمٌ، ۳/۶۵۱۔۶۵۲)

یعنی، پھر تمام کفّارے علی التراخی واجب ہیں (نہ کہ علی الفور) پس جس وقت بھی ادا کرے گا ادا کرنے والا ہوگا اور صرف اُس کی آخری عمر میں جب اُسے غالب گمان ہو کہ اگر اُسے ادا نہ کرے گا تو فوت ہو جائے گا تو اُس وقت وُجوب اُس پر تنگ ہو جائے گا، پس اگر کفّارہ ادا نہ کیا یہاں تک کہ مرگیا تو گنہگار رہا اور اُس پر اِس کی وصیت لازم ہے اور اگر وصیت نہ کی ورثہ پر یہ واجب نہیں اور اگر وہ مرنے والے کی طرف سے تبرُّع کرتے ہوئے کفّارہ ادا کر دیں تو جائز ہو جائے گا سوائے روزے کے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۲۶ ذو القعدہ ۱۴۲۹ھ، ۲۴ نوفمبر ۲۰۰۸م 479-F

حج میں مانع ماہواری گولیوں کا استعمال

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک خاتون حج کے لئے آئی ہیں اور وہ مانع ماہواری گولیاں استعمال کرتی ہے اِس لئے کہ وہ حرمین شریفین کی عبادات زیادہ سے زیادہ کر سکے اور پھر یہاں مخصوص ایام ٹھہرنے کے لئے ملتے ہیں وہ بھی ماہواری میں گزر جائیں تو ان مقامات پر عبادت کن ایام میں کرے گی، کیا اِس بنا پر وہ گولیاں استعمال کرسکتی ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: ماہواری کا آنا یہ ایک قدرتی عمل ہے اور اُسے روکنا نقصان سے خالی نہیں ہوتا اور جہاں تک اِن گولیوں کے استعمال کا تعلق ہے جو ماہواری روکنے کے لئے استعمال کی جاتی ہیں تو وہ اس شرط کے ساتھ جائز ہیں کہ اُن میں کوئی حرام شئی نہ ہو اور وہ طبّی وجسمانی لحاظ سے مُضرِ صحت نہ ہوں کہ کسی بڑے جسمانی عارضے کا سبب بنیں، قرآن کریم میں ہے:

﴿وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ﴾ (البقرہ:۲/۱۹۵)

ترجمہ: اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ٤ ذو الحجة ١٤٢٩ھ، ٢ دیسمبر ٢٠٠٨ م 487-F

مقیم مکہ جدہ ہوکر آجائے تو مقیم رہے گا یا نہیں؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ہمارا قیام مکہ مکرمہ میں سولہ دن ہوتا ہے میں درمیان میں اگر چند گھنٹوں یا ایک دن کے لئے جدّہ چلا جاؤں تو کیا میں شرعی مسافر قرار پاؤں گا اِس طرح کہ آٹھ روز بعد جدہ ہو آؤں تو سولہ دن مکمل

نہیں رہیں گے اور میری اقامت مکہ مکرمہ میں دو حصوں میں ہوگی۔

(السائل: حامد فتانی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں مکہ مکرمہ آپ کا وطنِ اقامت ہے، وطنِ اقامت کو تین چیزیں باطل کرتی ہیں:

۱۔ وطنِ اصلی: جو وطنِ اقامت کو باطل کر دیتا ہے جیسے کوئی شخص مکہ مکرمہ میں مقیم ہو پھر منیٰ میں شادی کر لے، اب منیٰ اُس کا وطن اصلی ہو گیا لہٰذا مکہ مکرمہ کا اُس کے لئے وطن اقامت ہونا باطل ہوگیا۔

۲۔ وطنِ اقامت: کہ ایک جگہ مقیم تھا اب دوسری جگہ پندرہ روز اقامت کا ارادہ کر لیا، چاہے دونوں کے مابین مسافت سفر ہو یا نہ ہو چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و یَبطُلُ وطنُ الإقامةِ بمثلِه (الدُّرُّ المختار، کتاب الصّلاة، باب صلاة المسافر، ص١٠٦، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٣ھ-٢٠٠٢م)

یعنی، وطن اقامت اپنی مثل کے ساتھ باطل ہو جاتا ہے۔

اِس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

قوله: "بمثلِه" أی: سواءٌ کان بینهما مسیرة سفرٍ أو لا (رَدُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الصّلاة، باب صلاة المسافر، مطلب: فی الوطن الأصلی إلخ، ٢/٧٣٠، مطبوعة: دار المعرفة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٠ھ-٢٠٠٠م)

یعنی، برابر ہے کہ دونوں کے مابین مسافت سفر ہو یا نہ ہو۔

۳۔ انشاءِ سفر: کہ وطنِ اقامت سے ایسی جگہ کے ارادہ سے نکلا جو مسافتِ سفر پر واقع ہے تو وطنِ اقامت باطل ہو گیا چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

و يبطُلُ وطنُ الإقامة بإنشاءِ السَّفَرِ، ملخصاً (الدُّرُّ المختار، كتاب الصّلاة، صلاة المسافر، ص١٠٦، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٣هـ- ٢٠٠٢م)

یعنی، اور وطنِ اقامت باطل ہو جاتا ہے انشاءِ سفر سے۔

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں:

و الحاصلُ: أنَّ إنشاءَ السّفرِ يُبطِلُ وطنَ الإقامةِ إذا كان منه، أمَّا لو أنشأَ مِن غيرِه فإن لم يكن فيه مرورٌ على وطنِ الإقامةِ، أو كان، و لكن بعد سيرِ ثلاثةِ أيّامٍ فكذلك، و لو قبله لم يَبطُلِ الوطنُ، بل يبطُلُ السَّفَرُ (رَدُّ المحتار على الدُّرِّ المختار، كتاب الصّلاة، باب صلاة المسافر، مطلب في الوطن الأصلي إلخ، ٢/٧٣٠، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ- ٢٠٠٠م)

یعنی، حاصل کلام یہ ہے کہ بے شک ابتداءِ سفر وطنِ اقامت کو باطل کر دیتا ہے جب کہ سفر کی ابتداء وطنِ اقامت سے ہو اور اگر سفر وطنِ اقامت کے غیر سے شروع کیا تو اُس سفر میں اگر وطنِ اقامت پر سے گزر نہیں ہے یا گزر تو ہے لیکن تین دن (یعنی مسافت سفر) چلنے کے بعد ہے تو حکم اسی طرح ہے (یعنی وطنِ اقامت باطل ہو جائے گا) اور اگر اس سے قبل گزر رہا تو وطنِ اقامت باطل نہ ہوگا بلکہ سفر باطل ہو جائے گا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ مکہ مکرمہ سے جدہ مسافت سفر پر واقع ہے یا نہیں یعنی جدّہ مکہ مکرمہ سے ساڑھے ستاون میل (۹۲ کلومیٹر) تقریباً دُور ہے یا اُس سے کم ہے پھر جس راستے سے جدہ جائے گا اُس راستے سے اتنا فاصلہ بنتا ہے یا نہیں اگر اتنا فاصلہ بن جائے تو مکہ مکرمہ کا وطنِ اقامت ہونا باطل ہو گیا واپسی کے بعد جب تک پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ نہ ہو یا ارادہ تو ہو مگر پندرہ روز مکمل ہونے سے قبل مدینہ شریف یا پاکستان واپسی ہو تو مکہ مکرمہ میں مسافر ہی

رہے گا مقیم نہ ہوگا، چنانچہ علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

حتى لو عادَ إلى حاجةٍ فيه قصّر (حاشية الطّحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصّلاة، باب صلاة المسافر، ص٤٢٩)

یعنی، اگر کسی کام سے آئے (وطنِ اقامت) میں لوٹا تو قصر کرے گا۔

اور اگر جدّہ مدّتِ مسافت پر واقع نہیں یا مدّتِ مسافت پر تو واقع ہے لیکن جس راستے سے گیا اُس راستے سے ساڑھے ستاون میل نہیں بنتے تو اِن تمام صورتوں میں مکہ مکرمہ میں اگر مقیم تھا تو واپسی پر مقیم ہی رہے گا۔

مخدوم محمد جعفر بن مخدوم محمد عبدالکریم بوبکائی حنفی لکھتے ہیں:

في "الخلاصة": الرّجُلُ إذا قَصَد بلدَةً و إلى مقصده طريقان أحدُهما مسيرةَ ثلاثةِ أيّامٍ و لياليها و الآخر دونها فسَلَكَ الطّريقَ الأبعد كان مسافراً عندنا (المتانة في المرمة عن الخزانة، كتاب الصّلاة، باب المسافر، ص٢٥٩)

یعنی، ''خلاصہ'' میں ہے ایک شخص نے جب کسی شہر کا ارادہ کیا اور اس کے مقصود کی طرف دو راستے ہیں اُن میں سے ایک تین دن اور تین رات کی مسافت ہے اور دوسرا راستہ اس سے کم ہے، پس وہ (اس شہر کو) دُور والے راستے سے چلا تو ہمارے نزدیک مسافر ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الإثنين، ١١ ذو الحجه ١٤٢٩هـ، ٩ديسمبر ٢٠٠٨م F-484